الرسالة العالية

فی

تحقیق الجماعة الثانية

مرتب

احقر العباد محمد خالد حنفی

فاضل جامع مطلع العلوم کوئٹہ

کتاب کا نام	:	الرسالة العالية فی تحقيق الجماعة الثانية
مؤلف	:	احقر العباد محمد خالد حنفی
سن اشاعت	:	
تعداد	:	
قیمت	:	
کمپوزنگ	:	ابوحنیفه
پبلشرز	:	
رابطہ نمبر	:	٠٣٣٧٩٧٣٥٥٧٤

ملنے کا پتہ

مکتبہ رشیدیہ سرکی روڈ کوئٹہ بلوچستان

آفتاب اسٹیشنری مین بازار مچھ بولان بوچستان

فہرست مضامین

نمبر شمار　　　　　　　　　　　　　　　　　　　　　　　　　　صفحات

تقریظ

استاذ العلماء حضرت اقدس مولانا محمد عبدالمالک شاہ چاغوی دامت برکاتہم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

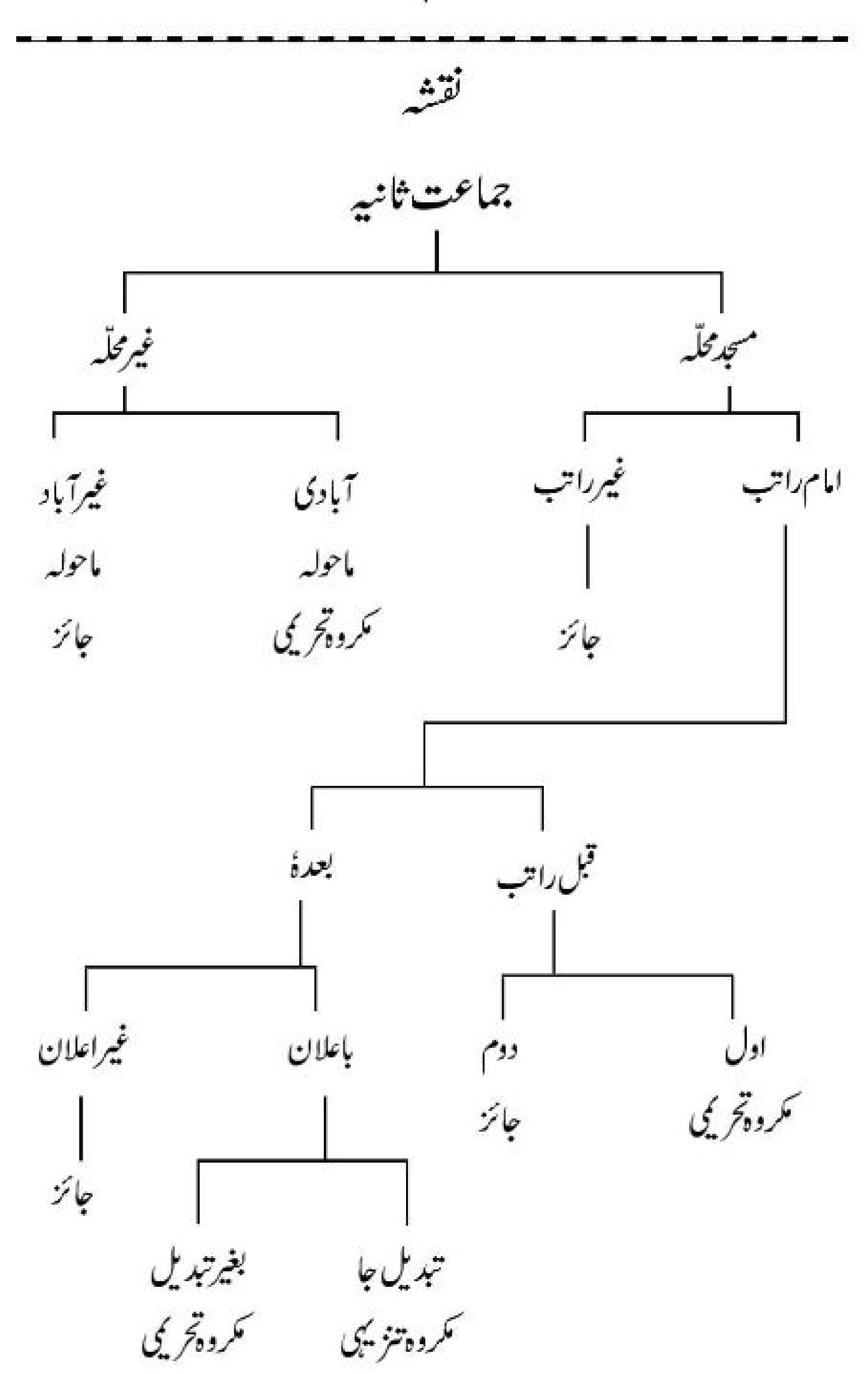
الحمد للّٰہ وکفٰی والصلاۃ والسلام علی سید الرسل وخاتم الانبیاء واصحابہ ھم نجوم الھدی.

افقر الی اللہ محمد عبدالمالک شاہ عفی عنہ نے الرسالۃ العالیۃ فی تحقیق الجماعۃ الثانیۃ کو اول سے آخر تک بغور مطالعہ کیا جناب مولانا خالد عزیز حنفی سلمہ ربہ نے اس موضوع پر خوب تحقیق وتفتیش کیا ہے اور کما حقہ مسئلہ جماعت ثانیہ کے مکروہ تحریمی وتنزیہی کو فقہائے امت کے تحقیق کیساتھ مدلل بیان کیا ہے امام اعظم رحمہ اللہ تعالی کے مسلک کو ظاہر الروایۃ کو علماء احناف کی تحقیق وترجیح کیساتھ بیان فرمایا ہے، جس کا خلاصہ مندرجہ ذیل نقشہ میں واضح ہے

جزاء اللّٰہ تعالیٰ احسن الجزء ویرزقہ اللہ علما موفرا وعملا منجیا فی الآخرۃ آمین یا رب العالمین انا افقر الی محمد عبدالمالک شاہ عفی عنہ۔مچھ بولان. [۱۹/۵/۲۰۲۱]

نوٹ: نقشہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں۔

نقشہ


جماعت ثانیہ
مسجد محلّہ
غیر محلّہ
امام راتب
غیر راتب
جائز
آبادی
ماحولہ
مکروہ تحریمی
غیر آباد
ماحولہ
جائز
قبل راتب
بعدہٗ
اول
مکروہ تحریمی
دوم
جائز
باعلان
غیر اعلان
جائز
تبدیل جا
مکروہ تنزیہی
بغیر تبدیل
مکروہ تحریمی

تقریظ

حضرت مولانا سید حسن شاہ صاحب دامت برکاتہم

کئی عرصہ سے جب ہم لوگ کراچی و پنجاب وڈالبندین وغیرہ کی سفر کرتے تھے تو لوگوں کو دیکھا مسجد طریق میں بلا اذان و اقامت کے نماز پڑھتے تھے اور اس کے علاوہ شہر کے مساجد میں بھی جہاں پے جماعت ہو چکی تھی تو کچھ احباب جمع ہو کر جماعت ثانی کرتے تھے یہاں تک کہ اہل محلّہ یا جن مساجد میں جہاں امام ومؤذن مقرر ہوا کرتے تھے اور با قاعدہ نماز جمعہ بھی ادا ہوتا تھا بعد میں کچھ احباب جو باہر سے آنے والے مہمان تھے یا جماعت تبلیغ سے تعلق رکھتے اور ان کی تشکیل ہوتی تھی جمع ہو کر جماعت ثانیہ کے ساتھ نماز ادا کرتے تھے میرے دل میں یہ سوال اکثر پیدا ہوتا کہ کاہلیت یعنی سستی کے وجہ سے لوگ دوسری جماعت میں شریک ہوتے ہیں یا ناواقفیت کیوجہ سے کہ محلّہ کے مسجد میں جماعت ثانیہ کرنا مکروہ تحریمی ہے۔ بہرحال کئی عرصہ کے بعد اللہ تعالیٰ نے میرے ذہن میں یہ ڈال دیا کہ اپنے نوجوان فاضل مکرم ومحترم جناب مولانا محمد خالد حنفی مدظلہ جن کو اللہ تعالیٰ نے ذوق اور شوق مطالعہ نصیب فرمایا تھا کے سامنے اس مسئلہ کو رکھ دیا باوجود زیادہ مشغلہ ہونے کے احقر کے اس مسئلے کو وضاحت وفصاحت کے ساتھ لکھ کر ذہن میں جو الجھاؤ تھا اس کو ختم کر دیا اللہ تعالیٰ موصوف کو ہر قسم کے پریشانیوں سے اور دنیوی واخروی فتنوں سے محفوظ رکھے اور علم وعمل کے ساتھ للّٰہیت اور مزید اخلاص وتقویٰ عطا فرمائیں چنانچہ موصوف نے میرے سمجھ سے بالاتر ہو کر اس مسئلہ کو وضاحت اور تفصیل کے ساتھ لکھ کر اس حقیر اور اس امت پر بڑا احسان فرمایا جو آپ حضرات کے سامنے پیش خدمت ہے۔

کتبہ: حضرت مولانا محمد حسن شاہ صاحب دامت برکاتہم

خطیب وامام مسجد قباء ٹرک اڈا مچھ بولان

عرض مرتب

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للّٰہ رب العالمین والعاقبة للمتقین والصلاة والسلام علی سیدنا شفیعنا ومولانا محمد وآلہ وصحبہ أجمعین.

اما بعد!

چند ماہ قبل استاذ محترم ومکرم حضرت مولانا سید محمد حسن شاہ صاحب دامت برکاتہم نے بندہ سے حکماً ارشاد فرمایا تھا جماعت ثانیہ کے مسئلہ پر تفصیلاً کام کرنے کا، لہٰذا دوسرے تالیفی مشاغل کے باوجود استاذ محترم کے حکم کی وجہ سے بندہ نے بسم اللہ کر کے اللہ پاک کی توفیق سے اس مسئلہ پر مواد جمع کرنا شروع کیا، لہٰذا جب اس مسئلہ پر کافی مواد اکٹھا ہوا تو انہیں رسالہ کی شکل میں ترتیب دی۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس رسالہ کو قبول فرمائے اور امت کے لئے نافع بنائے۔ میرے لئے اور میرے والدین واساتذہ کرام کیلئے صدقہ جاریہ بنائے۔ آمین

وصلی اللّٰہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد والہ واصحابہ اجمعین.

راقم الحروف

بندہ محمد خالد حنفی

٨/٧/٢٠٢١

ضروری گزارش

حضرات علماء کرام اور معزز قارئین کی خدمت میں نہایت ہی عاجزانہ گزارش ہے کہ الحمدللہ اس رسالہ میں تصحیح وتخریج کی پوری کوشش کی گئی ہے، تاکہ ہر بات مستند اور باحوالہ ہو، پھر بھی اگر کہیں مضمون یا حوالہ جات میں کمی بیشی یا اغلاط وغیرہ نظر آئیں تو از راہ کرم مجھے ضرور مطلع فرمائیں، تاکہ آئندہ ایڈیشن میں وہ غلطی دور کی جائے۔

بندہ محمد خالد حنفی

رابطہ نمبر: ۰۳۳۷۹۷۳۵۵۷٤

جماعت ثانیہ

فقہائے کرام کی تصریحات کے مطابق محلے کی مسجد میں جب اہل محلّہ اذان واقامت کے ساتھ ایک دفعہ باجماعت نماز ادا کرلیں تو اسی مسجد میں اسی ہیئت کے ساتھ دوسری جماعت کرانا مکروہ تحریمی ہے، تاہم درج ذیل شرائط میں سے اگر کوئی شرط مفقود ہوتو مکروہ نہ ہوگی۔ مثلا:

(۱): مسجد محلّہ کی نہ ہو بلکہ راستہ کی ہو۔

(۲): محلّہ کی مسجد میں غیر اہل محلّہ نے اذان واقامت کے ساتھ باجماعت نماز پڑھی ہو۔

(۳): اہل محلّہ نے بلا اعلانِ اذان یا بلا اذان جماعت کی نماز پڑھی ہو۔

(۴): دوسری جماعت کی ہیئت تبدیل کی جائے یعنی امام محراب سے ہٹ کر جماعت پڑھائے لیکن اس چوتھی صورت میں دوسری جماعت صرف امام ابو یوسفؒ کے نزدیک مکروہ نہیں ہے۔ لیکن ہمارے مشائخ وفقہائے کرام نے انتظام عوام کے لئے اس قول پر فتوی نہیں دیا ہے بلکہ مسجد محلّہ میں جہاں امام ومؤذن مقرر ہوں طرفین کے قول پر مطلقاً کراہت کا فتوی دیا اس لئے کہ لوگ پھر پہلی جماعت میں سستی کریں گے۔ نیز حضرت امام اعظم رحمہ اللہ تعالی کے قول کی ترجیح کو محققین علمائے کرام کی کتابوں سے تفصیلاً نقل کردیا جائے گا۔ ان شاء اللہ تعالی

فی الدر المختار: ویکره تكرار الجماعة بأذان واقامة فی مسجد محلة لا فی مسجد طريق أو مسجد لا امام له ولامؤذن.

وفی الشامية تحته: قوله: (بأذان واقامة الخ) عبارته فی الخزائن

أجمع مما هنا، ونصها: يكره تكرار الجماعة في مسجد محلة بأذان واقامة، الا اذا صلى بهما فيه أو لا غير أهله أو أهله لكن بمخافتة الأذان، ولو كرر أهله بدونهما أو كان مسجد طريق جاز اجماعاً، كما في مسجد ليس له امام ولامؤذن ويصلي الناس فوجاً فوجاً، فان الأفضل أن يصلي كل فريق بأذان واقامة على حدة كما في أمالي قاضيخان........وأما مسجد الشارع فالناس فيه سواء لااختصاص له بفريق دون فريق. ومثله في البدائع وغيرها، ومقتضى هذا الاستدلال كراهة التكرار في مسجد المحلة ولو بدون أذان، ويؤيده ما في الظهيرية: لو دخل جماعة المسجد بعد ما صلى فيه أهله يصلون وحداناً وهو ظاهر الرواية...و قدمنا في باب الأذان عن آخر شرح المنية عن أبي يوسف أنه اذا لم تكن الجماعة على الهيئة الأولى لاتكره، والا تكره. (ردالمحتار على الدرالمختار، كتاب الصلاة، باب الامامة، ج: ٢، ص: ٢٨٨، ٢٨٩، ط، دار عالم الكتب رياض)

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا مذہب

ظاہر الروایۃ کے مطابق حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک جس مسجد کے امام اور مؤذن مقرر ہوں اور اس میں ایک مرتبہ اہل محلّہ نماز پڑھ چکے ہوں وہاں تکرار جماعت مکروہ ہے البتہ امام ابو یوسفؒ سے ایک روایت ہے کہ ایسی صورت میں اگر محراب سے ہٹ کر کے جماعت ثانیہ ادا کر لی جائے تو جائز ہے، لیکن فتویٰ اس قول پر نہیں ہے بلکہ راجح قول امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کا ہے۔

حدیث شریف میں ہے:

عن أبی بکرۃ رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ ﷺ اقبل من نواحی المدینۃ یرید الصلاۃ فوجد الناس قد صلو فمال الی منزلہ فجمع اھلہ فصلی بھم رواہ الطبرانی فی الکبیر والاوسط وقال الھیثمی رجالہ ثقات.

ترجمہ: حضرت ابوبکرۃؓ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ مدینہ کے اطراف سے تشریف لائے، آپ نماز ادا فرمانا چاہتے تھے کہ لوگوں کو دیکھا انہوں نے نماز پڑھ لی تھی، آپ اپنے گھر تشریف لے گئے، اپنے گھر والوں کو جمع فرما کر ان کو نماز پڑھائی۔

حضرت مولانا عبدالقیوم حقانی صاحب اس حدیث شریف کے تشریح میں تحریر فرماتے ہیں کہ ہے: "ائمہ ثلاثہ اور جمہور کا مسلک یہ ہے کہ جس مسجد کے لیے باضابطہ امام اور مؤذن کا تقرر ہوا ہو اور اس میں ایک مرتبہ اہل محلّہ نماز باجماعت پڑھ چکے ہوں وہاں پر دوبارہ جماعت مکروہ تحریمی ہے، باب ہذا کی غرض انعقاد بھی جمہور کے مسلک کی توضیح اور بیان دلیل ہے۔

البتہ امام ابو یوسفؒ سے اس سلسلہ میں ایک روایت یہ بھی منقول ہے کہ اگر ایسی صورت میں محراب سے ہٹ کر اذان اور اقامت کے بغیر اور تداعی کے بغیر نماز ادا کر لی جائے تو جائز ہے۔ تاہم حنفیہ کی معتبر کتب میں مفتیٰ بہ قول یہی ہے کہ اس طرح بھی دوسری جماعت کرنا درست نہیں ہے تاہم فقہ کی کتب میں اس کی مزید توضیح بھی آئی ہے وہ یہ کہ کسی مسجد میں محلّہ والوں کے بغیر دوسرے لوگوں نے آکر جماعت کر لی تو اہل محلّہ دوبارہ جماعت کر سکتے ہیں اور اگر بعض اہل محلّہ نے چپکے سے اذان کہہ کر یا وقت سے قبل نماز پڑھ لی جس کی اطلاع دیگر محلے داروں کو نہ ہو سکی تو ان کے لیے بھی تکرار جماعت جائز ہے۔ (توضیح

السنن، باب ما استدل بہ علی کراھۃ تکرار الجماعۃ فی مسجد، ج:۲،ص:۲۲۲،۲۲۳،رقم:۵۲۵، ناشر،القاسم اکیڈمی نوشہرہ سرحد)

مفتی اعظم ومفتی اوّل دار العلوم دیوبند مفتی عزیز الرحمٰن صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

﴿سوال﴾: جماعت ثانی محلّہ کی مسجد میں جائز ہے یا نہیں؟ اگر جائز نہیں ہے تو عدم جواز کی کیا دلیل ہے۔ امام ابو یوسفؒ جائز کہتے ہیں اور اس قول کو اکثر فقہاء نے صحیح کہا ہے۔ اس کا کیا جواب ہے۔

﴿جواب﴾: مسجد محلّہ میں جماعت ثانیہ مکروہ ہے **قال المحقق الشامی ولنا انه عليه الصلاة والسلام كان خرج ليصل بين قوم فعاد الى المسجد وقد صلى اهل المسجد فرجع الى منزله فجمع اهله وصلى بهم ولو جاز ذالک لما اختاروا الصلاة فی بيته على الجماعة فی المسجد ولان فی الاطلاق هكذا تقليل الجماعة معنى فافهم لايجتمعون اذا علموا انها لاتفوتهم الخ و مثله فی البدائع وغيره. ومقتضى هذا الاستدلال كراهة التكرار فی مسجد المحلة ولو بدون اذان ويؤيده ما فی الظهيرية ولو دخل جماعة المسجد بعد ما صلى فيه اهله يصلون وحدانا وهو ظاهر الرواية.** اس روایت سے کراہت کا صحیح وراجح ہونا معلوم ہوگیا۔ کیونکہ یہ ظاہر الروایۃ ہے۔ پس امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کی روایۃ ظاہر الروایۃ کے مقابلہ میں معمول بہا نہ ہوگی۔ اور نیز جب کہ کراہت وعدم کراہت میں تعارض ہوتو کراہت کو ترجیح ہوتی ہے۔ کما بین موضعہ

اور زیادہ تحقیق اس مسئلہ کی حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی قدس سرہٗ کے رسالہ "القطوف الدانية في كراهية الجماعة الثانية" میں دیکھ لی جاوے۔ (فتاوی دار العلوم دیوبند، باب الامامۃ والجماعۃ، ج:۳، ص:۳۸، ط، دار الاشاعت کراچی)

حکیم الامت اشرف علی تھانوی نور اللہ مرقدہٗ ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں کہ: في جامع الأثار لهذا العبد الحقير: هكذا كراهة تكرار الجماعة في المسجد عن أبي بكرة أن رسول اللهﷺ أقبل من نواحي المدينة يريد الصلاة، فوجد الناس قد صلوا فمال الى منزله، فجمع أهله فصلّى بهم. رواه الطبراني في الكبير، والأوسط وقال الهيثمي: رجاله ثقات قلت: ولم يكره لما ترك المسجد، وعن ابراهيم النخعي قال: قال عمرؓ: لايصلى بعد صلاة مثلها. رواه ابن أبي شيبة قلت: وأقرب تفاسيره حمله على تكرار الجماعة في المسجد، وعن خرشة بن الحر أن عمرؓ كان يكره أن يصلي بعد صلاة الجمعة مثلها. رواه الطحاوي واسناده صحيح، قلت: دل على كراهة تكرار الجماعة خاصة، وفي حاشيته: تابع الأثار وما ورد من قوله عليه السلام: من يتصدق لايدل على جواز التكرار المتكلم فيه، وهو اقتداء المفترض بالمفترض اذا الثابت به اقتداء المتنفل بالمفترض ولايحكم بكراهته، بل ورد في جوازه حديث آخر من قوله عليه السلام: اذا صليتما في رحالكما، ثم أتيتما صلاة قوم فصليا معهم، واجعلا صلوتكما معهم سبحة كما هو ظاهر، وما هو رواه البخاري تعليقاً عن انسؓ محمول على مسجد الطريق أو نحوه لما نقل فيه أنهؓ أذن وأقام

وهو مكروه عند العامة. اهـ.

وأما الروايات الفقهية في هذا الباب، ففي الدر المختار: ويكره تكرار الجماعة بأذان واقامة في مسجد محلة لا في مسجد طريق، أو مسجد لا امام له، ولا مؤذن، وفي رد المحتار: قوله ويكره، أي تحريما لقول الكافي لايجوز، والمجمع لايباح، وشرح الجامع الصغير: انه بدعة كما في رسالة السندي قوله: بأذان واقامة عبارته في الخزائن أجمع مما ههنا ونصها يكره تكرار الجماعة في مسجد محلة بأذان واقامة الا اذا صلى بهما فيه اولاً غير أهله أو اهله، لكن بمخافتة الأذان، ولو كرر أهله بدونهما أو كان مسجد طريق جاز اجماعاً، كما في مسجد ليس له امام ولامؤذن، ويصلى الناس فيه فوجاً فوجاً، فان الأفضل أن يصلى كل فريق بأذان واقامة على حدة، كما في أمالي قاضي خان اهـ. ونحوه في الدرر: والمراد بمسجد المحلة ماله امام وجماعة معلومون كما في الدرر وغيرها الى أن قال: ولأن في الاطلاق هكذا تقليل الجماعة معنى فانهم لايجتمعون اذا علموا أنها لاتفوتهم، ثم قال بعد سطر: ومقتضى هذا الاستدلال كراهة التكرار في مسجد المحلة ولو بدون أذان، ويؤيده ما في الظهيرية لو دخل جماعة المسجد بعد ما صلى فيه أهله يصلون وحدانا، وهو ظاهر الرواية. اهـ. وهذا مخالف لحكاية الاجماع المارة. (ج:١، ص: ٥٧٧)

وفيه ما نصه، وفي اخر شرح المنية، وعن أبي حنيفة: لو كانت

الجماعة أكثر من ثلاثة يكره تكرار والا فلا، وعن أبي يوسفؒ اذا لم تكن على الهيئة الاولى لاتكره والا تكره وهو الصحيح، وبالعدول عن المحراب تختلف الهيئة كذا في البزازية، وفي التاتار خانية عن الولواجية: وبه نأخذ. (ج: ١، ص: ٤١٠)

وفيه قوله: الا في المسجد على طريق هو ماليس له امام ومؤذن راتب فلايكره التكرار فيه بأذان، بل هو الأفضل. (خانية، ج: ١، ص: ٤١٠)

روایات فقہیہ مذکورہ سے چند صورتیں اوران کے احکام معلوم ہوئے۔

صورت اولیٰ مسجد محلّہ میں غیر اہل نے نماز پڑھ لی ہو۔صورت ثانیہ مسجد محلّہ میں اہل نے بلا اعلان اذان یا بلا اذان بدرجہ اولیٰ نماز پڑھی ہو۔صورت ثالثہ وہ مسجد طریق پر ہو۔صورت رابعہ اس مسجد میں امام ومؤذن معین نہ ہوں۔صورت خامسہ مسجد محلّہ ہو، یعنی اس کے نمازی اورامام معین ہوں اورانہوں نے اس میں اعلان اذان کی صورت سے نماز پڑھی ہو۔ پس صورت رابعہ اولیٰ میں تو بالاتفاق جماعت ثانیہ جائز بلکہ افضل ہے، جیسا کہ افضلیت کی تصریح موجود ہے۔اورصورت خامسہ میں اگر جماعت ثانیہ بہیئت اولیٰ ہوتب بالاتفاق مکروہ تحریمی ہے، جیسا کہ ''درمختار'' میں تحریمی ہونے کی تصریح ہے۔اوراگر ہیئت اولیٰ پر نہ ہو پس یہ محل کلام ہے۔امام ابو یوسفؒ کے نزدیک مکروہ نہیں اورامام صاحب کے نزدیک مکروہ ہے، جیسا کہ ظہیریۃ میں اس کا ظاہر روایت ہونا مصرح ہے، البتہ ایک روایت امام صاحب سے یہ ہے کہ اگر تین سے زیادہ آدمی ہوں تو مکروہ ہے ورنہ مکروہ نہیں۔ یہ تو خلاصہ روایات کے مدلول ظاہری کا۔اب آگے دو مسلک ہیں یا تو امام صاحبؒ اورامام ابو

یوسفؒ کے اقوال کو متعارض کہا جاوے یا دونوں میں تطبیق دی جاوے، اگر متعارض کہا جاوے تو حسب رسم المفتی:

واختلف فيما اختلفوا فيه، والأصح كما في السراجية وغيرها أنه يفتى بقول الامام على الاطلاق، ثم بقول الثاني الى قوله۔ وصحح في الحاوي القدسي قوة المدرك الخ، هكذا في الدر المختار.

امام صاحب کے قول پر عمل ہوگا، اگر سراجیہ کے قاعدہ کو ترجیح دی جاوے تب تو ظاہر ہے۔ اور اگر حاوی قدسی کے قاعدہ کو ترجیح دی جاوے تب بھی امام صاحب کی دلیل نقلی حدیث ہے جو اول نقل ہوئی ہے۔ اور دلیل قیاسی ردالمختار سے "**ولأن في الاطلاق الخ**" معلوم ہو چکی ہے، جس کی قوت ظاہر ہے۔ اور جو حدیثیں امام صاحب کی دلیل سے ظاہراً متعارض ہیں، ان سب کا جواب کافی شافی جامع الاثار سے گزر چکا ہے۔ اور بعض کی حکایت اجماع علی الجواز سے شبہ ہو کہ امام صاحبؒ نے حکم بالکراہۃ سے رجوع کرلیا ہوگا تو شامی نے بعد نقل روایت ظہیریۃ کے عدم ثبوت اجماع کی تصریح کردی ہے، پس یہ استدلال قطع ہوگیا۔ اور اگر امام صاحبؒ اور ابو یوسفؒ کے اقوال میں تطبیق دی جاوے تو وجہ تطبیق یہ ہو سکتی ہے کہ امام صاحبؒ تو کراہت تنزیہیہ سے مثبت ہیں اور امام ابو یوسفؒ کراہت تحریمیہ کے نافی ہیں، قرینہ اس کا یہ ہے کہ "درمختار" میں جو مسجد محلہ میں اذان کے ساتھ جماعت ثانیہ کو مکروہ کہا ہے، اس میں شامی نے تصریح کردی کہ کراہت تحریمیہ مراد ہے، پس اس کے مقابلہ میں جو دوسری صورتوں میں عدم کراہت کا حکم ہوگا، اسی کراہت مذکورہ کی نفی ہوگی، پس کراہت تنزیہیہ کی نفی محتاج دلیل مستقل ہے، جیسا کہ صور اربعہ اولیٰ میں افضلیت کی تصریح بالاستقلال کراہت تنزیہیہ کی نفی پر دال ہے، پس صور اربعہ اولیٰ میں نفی کراہت سے

کراہت تحریمیہ منتفی ہوگئی اور حکم افضلیت سے کراہت تنزیہیہ منتفی ہوگئی اور مندوبیت ثابت ہوگئی، بخلاف صورت متکلم فیہا کے کہ اس میں انتفاء کراہت تحریمیہ کی دلیل تو قائم ہے، لیکن انتفاء کراہت تنزیہیہ کی کوئی دلیل نہیں۔ اور ظاہر روایت میں کراہت کا اثبات ہے، پس کراہت تحریم منتفی ہوئی اور کراہت تنزیہیہ ثابت رہی۔ پس امام صاحب کے اثبات اور امام ابو یوسفؒ کی نفی میں کوئی تعارض نہ رہا۔ اور اگر یہ شبہ ہو کہ جاز اور یباح وغیرہ عبارات سے کراہت تنزیہیہ منتفی معلوم ہوتی ہے، تو اس کا جواب یہ ہے کہ لفظ جائز کبھی مکروہ کو بھی شامل ہوتا۔ کذا فی ردالمحتار صفحہ ۱۲۵ ج:ا۔

اور جیسا درمختار میں اذان صبی کو جائز بلا کراہت کہا ہے۔ اور شامی نے کہا ہے کہ نفی کراہت تحریمیہ کی ہے اور تنزیہی ثابت ہے۔ (صفحہ ۴۰۶ ج ا) ونیز حکایت اجماع جس میں تقدیر تعارض پر کلام ہوا ہے، اس تقریر تطبیق پر بحالہا رہ سکتی ہے کہ نفی کراہت تحریمیہ پر اجماع ہے اور اگر ثبوت کراہت تنزیہیہ سے قطع نظر بھی کی جاوے اور اباحۃ بالمعنی المتبادر مان لی جاوے تب بھی چونکہ ندب و استحباب نہ دلیل سے ثابت نہ ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے منقول، اس لئے نفی کراہت سے ثبوت ثواب کا لازم نہ آوے گا جیسا ردالمحتار میں جماعۃ فی التطوع میں صرف مسنون نہ ہونے سے ثواب کی نفی کی ہے، گو بعض صورتوں میں مباح بھی ہے۔ (صفحہ ۴۱۷ ج ا) غایۃ مافی الباب ایک فعل مباح ہوا، جس میں نہ ثواب نہ عقاب۔ اور امام صاحب کراہت کے قائل تب بھی اسلم اور احوط اس کا ترک ہی ہوا، کیونکہ فعل سے احتمال کراہت کا ہے اور ترک میں کوئی ضرر محتمل نہیں حتی کہ حرمان ثواب بھی نہیں۔ پس ترک ہی راجح ہوا، یہ سب تحقیق ہے باعتبار حکم فی نفسہ کے۔ اور اگر مفاسد اس کے امام ابو یوسفؒ کے روبرو پیش کئے جاتے تو یقیناً کراہت شدیدہ کا حکم فرماتے، لیکن چونکہ مسئلہ

مختلف فیہا ہے اور علماء کے فتوے بھی مختلف ہیں، اس لئے کسی کو کسی پر نکیر شدید وطعن زیبا نہیں ۔ واللہ اعلم ۔ (امداد الفتاوی، ج:۲، ص:۱۴۱ تا ۱۴۹، ط، مکتبہ زکریا دیوبند/ ج:۱، ص: ۲۹۵ تا ۲۹۹، ط، مکتبہ دار العلوم کراچی)

محدث کبیر علامہ ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ تعالیٰ ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں کہ: ''**قال فی الشامية يكره تكرار الجماعة في مسجد محلة باذان واقامة الا اذا صلى بهما فيه اولا غير اهله او اهله لكن بمخافتة الاذان ولو كرر اهله بدونهما او كان مسجد طريق جاز اجماعا كما في مسجد ليس له امام ولا مؤذن ويصلي الناس فيه فوجا فوجا فان الافضل ان يصلي كل فريق باذان واقامة علٰحدة كما في امالي قاضي خان اهـ (ص: ۵۷۷، ج: ۱) وفيه (ص: ۵۵۸، ج: ۱) وقدمنا في باب الاذان عن آخر شرح المنية عن ابي يوسف انه اذا لم تكن الجماعة على الهيئة الاولىٰ لاتكره والا تكره وهو الصحيح وبالعدول عن المحراب تختلف الهيئة كذا في البزازية انتهٰى وفي التاتارخانية عن الولوالجية وبه ناخذ اهـ.**

ان عبارات سے معلوم ہوا کہ بصورت مذکورہ مسجد محلّہ میں جس میں امام ومؤذن مقرر ہیں جماعت ثانیہ مکروہ ہے، مگر بتغییر ہیئت امام ابو یوسفؒ کے قول پر گنجائش ہے، لیکن ہمارے مشائخ نے انتظام عوام کے لئے اس پر فتوی نہیں دیا، بلکہ مسجد محلّہ میں جہاں امام ومؤذن مقرر ہوں مطلقاً کراہت کا فتوی دیا ہے''۔ واللہ تعالیٰ اعلم ۔ (امداد الاحکام، کتاب الصلاۃ، فصل فی الامامۃ والجماعۃ، ج:۱، ص:۴۹۷، ط، مکتبہ دار العلوم کراچی)

فقیہ العصر حضرت مولانا رشید احمد لدھیانوی صاحب نور اللہ مرقدہٗ تحریر فرماتے

ہیں کہ: صورت سابعہ یعنی تکرار جماعت عدول عن محاذاۃ المحراب کی حالت میں شیخین کا اختلاف ہے اور حالت اختلاف میں تطبیق یا ترجیح کی ضرورت ہے۔شرح التنویر میں اصول ترجیح بایں الفاظ منقول ہیں۔

اختلف فيما اختلفوا فيه والاصح كما في السراجية وغيرها انه يفتى بقول الامام على الاطلاق ثم بقول الثاني (الى قوله) وصحح في الحاوي القدسي قوة المدرك (شرح التنوير مطلب رسم المفتي)

لہٰذا سراجیہ کے قانون کے مطابق ظاہر ہے کہ امام صاحب کا قول مفتی بہ ہے۔ اور اگر حاوی قدسی کے قانون پر عمل کیا جائے تو بھی امام صاحب ہی کا قول مختار ہے۔اس لئے کہ امام صاحب کے قول کی دلائل عقلیہ ونقلیہ سے قوت ظاہر ہے.....غرضیکہ دلائل کے لحاظ سے امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول قوی ترین ہے۔علاوہ ازیں الترجیح للمحرم کے اصول پر بھی امام ہی کا قول راجح ہے۔پس اصول ترجیح میں ہر حیثیت سے حضرت امام رحمہ اللہ تعالیٰ ہی کا قول مفتی بہ ومختار ہے۔(احسن الفتاوی، باب الامامۃ والجماعۃ، ج:۳،ص: ۳۲۵،۳۲۶،ط،ایچ ایم سعید)

فقیہ الامت حضرت مولانا مفتی محمود حسن گنگوہی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ تحریر فرماتے ہیں کہ: حضرت امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایک روایت میں مکروہ نہ ہوگی مگر ظاہر الروایۃ سے معلوم ہوتا ہے کہ مطلقاً مکروہ ہے الخ۔(فتاوی محمودیہ، ج:۶،ص: ۴۳۵/ وکذا فی القطوف الدانیۃ مترجم/ ودرس ترمذی، کتاب الصلاۃ، باب ماجاء فی الجماعۃ فی مسجد قد صلی فیہ مرۃ، ج:۱،ص:۴۸۳،۴۸۴،۴۸۵، ط،مکتبہ دار العلوم کراچی)

حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے ایک قول یہ بھی منقول ہے کہ اگر

دوسری جماعت میں تین سے زیادہ افراد نہ ہوں تو جماعت ثانیہ مکروہ نہیں ہے۔

فی غنية المستملي: وعن أبي حنيفة لو كانت الجماعة الثانية اكثر من ثلثة يكره التكرار والا فلا. (غنية المستملي في شرح منية المصلي، احكام المسجد، ص: ٦١٤، ٦١٥)

حضرت مولانا مفتی غلام فاروق صاحب دامت برکاتہم تحریر فرماتے ہیں کہ: حضرت امام ابوحنیفہؒ کا ایک قول جسے کبیری نے (ص:۵۸) پر نقل کیا ہے کہ اگر دوسری جماعت میں تین سے زیادہ افراد نہ ہوں تب بھی مکروہ نہیں.....جبکہ اس قول کے مقابلہ میں حضرت امام صاحبؒ کا مفتیٰ بہ قول جسے ظاہر الروایت قرار دیکر علماء نے اسی پر فتوی دیا ہے۔ علامہ شامی نے ظاہر الروایت اس طرح نقل کیا ہے **"ويويده ما في الظهيرية لو دخل جماعة المسجد بعد ما صلى فيه اهله يصلون وحدانا وهو ظاهر الرواية".** (**شامية ص ۲۴۳ ج ۲**)

بہر کیف یہ ایک جزیہ ہے کہ جماعت ثانیہ میں تین سے زیادہ افراد نہ ہوں تو مکروہ نہ ہوگا مگر اسے عادت بنانا کسی طرح درست نہ ہوگا کہ تین آدمی ہمیشہ جماعت ثانیہ کرتے رہیں بلکہ اتفاقاً اگر ایسا ہو جائے تو کوئی حرج نہیں۔ کیونکہ جماعت ثانیہ کے بارے میں حضرت امام صاحبؒ کا مفتیٰ بہ قول موجود ہے اور عبادات میں احتیاط کو ہر حال میں مدنظر رکھنا چاہیے اگر تین سے کم افراد جماعت ثانیہ کریں تو مکروہ نہیں بالفرض اگر تین سے کم افراد نے جماعت شروع کی اور چند آدمی اور بھی تکبیر اولیٰ کے بعد شامل ہوئے تو پھر مکروہ ہوگی کیونکہ ان افراد میں سے کسی کو معلوم نہیں کہ ہم تین سے کم جماعت شروع کریں گے کوئی اور آئے گا یا نہیں اگر کوئی آیا تو پھر کراہت لازم ہوا لہٰذا ایسے اقوال کو عوام کے سامنے بیان نہ کیا

جائے۔بہتر یہ ہے کہ انفرادی نماز اداء کی جائے یا مسجد سے باہر جماعت کریں۔(مساجد میں جماعت ثانیہ کا حکم،ص:۱۵،۱۶)

امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کا مذہب

اگر کسی مسجد میں جماعت کی نماز ہوجائے تو اس کے بعد اسی مسجد میں دوسری جماعت کرانا امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک درست نہیں۔اور یہی قول سعید بن المسیب ، حسن بصری ابراہیم نخعی ، سالم ، ابو قلابۃ ، ضحاک ، قاسم بن محمد ، زہری ، عبداللہ بن مبارک ، لیث ، سفیان ثوری اور اوزاعی رحمہم اللہ تعالیٰ کا بھی ہے۔البتہ امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اگر کسی شخص سے جماعت کی نماز چوٹ جائے تو وہ فرماتے ہیں کہ اس شخص کو اختیار ہے کہ اسی مسجد میں اکیلے نماز پڑھے یا جماعت کی نماز کی طلب میں کسی اور مسجد میں چلا جائے۔البتہ اگر کوئی شخص مسجد حرام یا مسجد نبوی ﷺ، یا بیت المقدس میں اس وقت داخل ہوا جب جماعت کی نماز ہوچکی ہو تو امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ شخص اسی مسجد میں اکیلے نماز پڑھے جماعت کی نماز کی خاطر کسی اور مسجد کی طرف نہ جائے ، اس لیے کہ کسی اور جگہ جماعت کی نماز پڑھنے سے ان تینوں مساجد میں اکیلے نماز پڑھنے میں اجر زیادہ ہے۔

فی کوثر المعانی: وذکر الطحاوی عن الکوفیین ومالک: ان شاء صلی فی مسجده وحده، وان شاء أتیٰ مسجداً آخر یطلب فیه الجماعة، الا أن مالکاً قال: الا أن یکون فی المسجد الحرام أو مسجد رسول اللّٰهﷺ أو القدس، فلایخرج منه، ویصلی فیه وحده لأن الصلاة

فی هـذه الـمسـاجـد أعـظم أجراً ممن صلیٰ فی جماعة.....وقال طائفة: لایـجـمـع فی مسجد جمع فیه مرة أخری. روی ذلک عن سالم والقاسم وأبـی قلابة، وهو قول مالک واللیث وابن المبارک والثوری والأوزعی.
(کوثر المعانی الدراری فی کشف خبایا صحیح البخاری، کتاب الأذان، باب فـضـل الـجماعة، ج: ۸، ص: ۳۶۱، ۳۶۲، ط، مؤسسة الرسالة بیروت لبنان/ والفجر الساطع، باب فضل الجماعة، ج: ۲، ص: ۳۵۷)

وفـی الـفتح الباری لابن رجبؒ: والموضع الثانی: اعادة الجماعة فی مسجد قد صلی فیه امامه الراتب.

واختـلف الـعـلماء فی ذلک، فمنهم من کرهه وقال: یصلون فیه وحـدانـاً. روی ذلک عـن سـالـم، وأبـی قـلابة، وحکاه بعض العلماء عن سعید بن المسیب، والحسن، والنخعی، والضحاک، والقاسم بن محمد، والزهری، وغیرهم. (فتح الباری شرح صحیح البخاری، کتاب الاذان، باب فضل صلاة الجماعة، ج: ٦، ص: ۷، ط، مکتبة الغرباء الأثریة المدینة المنورة)

امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا مذہب

حضرت امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: اگر کسی شخص کی اپنی مسجد میں جماعت کی نماز فوت ہو جائے تو میرے نزدیک پسندیدہ یہ ہے کہ جماعت کی طلب میں کسی اور مسجد میں چلا جائے، اور اگر اسی مسجد میں اکیلے نماز پڑھے تو بھی بہتر ہے۔ اور اگر کسی مسجد میں امام مقرر ہو ایک شخص یا بہت سارے اشخاص کی جماعت کی نماز فوت ہو جائے تو امام شافعی

رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ان لوگوں کو الگ الگ اپنی اپنی نماز پڑھنی چاہیے بغیر جماعت کے، جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا ان لوگوں کے لیے مکروہ ہے۔ اس لیے کہ وہ فرماتے ہیں کہ ہمارے اسلاف (صحابہؓ اور تابعینؒ) نے ایسا نہیں کیا، بلکہ سلف میں سے بعضوں نے جماعت ثانیہ کو بُرا جانا ہے۔

فی الام: وان كان لرجل مسجد يجمع فيه ففاتته فيه الصلاة فان أتى مسجد جماعة غيره كان أحب الي وان لم يأته وصلى فى مسجد منفردا فحسن واذا كان للمسجد امام راتب ففاتت رجلا أو رجالا فيه الصلاة صلوا فرادى ولا أحب أن يصلوا فيه جماعة فان فعلوا أجزأتهم الجماعة فيه وانما كرهت ذلك لهم لأنه ليس مما فعل السلف قبلنا بل قد عابه بعضهم. (الام، صلاة الجماعة، ج: ١، ص: ١٥٤، ط، دار المعرفة بيروت لبنان)

وفي شرح المنهاج: وتكره اقامة جماعة بمسجد غير مطروق له امام راتب. (شرح المنهاج مع نهاية المحتاج، ج: كتاب صلاة الجماعة وأحكامها، ج: ٢، ص: ١٤١، ط، دار الكتب العلمية بيروت لبنان)

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ کا مذہب

جماعت ثانیہ کے بارے میں حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ کا مذہب جواز کا ہے، اور ان کی دلیل یہ احادیث ہیں۔

عن ابى سعيد رضى الله عنه ان رجلاً دخل المسجد وقد صلى رسول الله ﷺ باصحابه فقال رسول الله ﷺ من يتصدق على ذا فيصلى

معه فقام رجل من القوم فصلى معه. رواه احمد وابوداؤد والترمذی وحسنه والحاکم وقال صحیح علی شرط مسلم.

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص مسجد میں داخل ہوا، جب کہ رسول اللہ ﷺ اپنے صحابہ کو نماز پڑھا چکے تھے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کون اس پر صدقہ کرے گا کہ اس کے ساتھ نماز پڑھ لے؟ تو لوگوں میں سے ایک آدمی کھڑا ہوا اور اس کے ساتھ نماز پڑھی۔ [احمد، ابوداؤد اور ترمذی نے اس کو روایت کیا اور ترمذی نے اس کو حسن قرار دیا اور حاکم نے روایت کر کے کہا کہ یہ مسلم کی شرط کے مطابق ہے]

وعن انس رضی اللہ عنه ان رجلا جاء وصلی النبی ﷺ فقام یصلی وحده فقال رسول اللہ ﷺ من یتجر علیٰ هذا فیصلی معه اخرجه الدارقطنی واسناده صحیح.

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی آیا جبکہ نبی اکرم ﷺ نماز ادا فرما چکے تھے، وہ کھڑا ہو کر اکیلے نماز پڑھنے لگا، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کون اس پر تجارت کرتا ہے کہ اس کے ساتھ نماز پڑھے۔ [دارقطنی نے اس کو روایت کیا اور اس کی سند صحیح ہے]۔ (درس آثار السنن، ص: ۳۵۸، ط، دار مبشر پبلشرز کراچی)

جاء انس بن مالک الی مسجد قد صلی فیه فاذن واقام وصلی جماعة. (صحیح البخاری، کتاب الأذان، باب فضل صلاة الجماعة، ص: ۱۳۰، ط، دار السلام ریاض)

حضرت انس رضی اللہ عنہ ایک مسجد میں آئے جس میں نماز ہو چکی تھی تو انہوں نے اذان دی اور اقامت کہہ کر جماعت سے نماز پڑھی۔

آثار السنن کے احادیث کے تحت حضرت مولانا عبدالقیوم صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ: باب ہذا کی دونوں روایات قائلین جواز کا مستدل ہیں پہلی روایت حضرت ابوسعیدؓ سے منقول ہے جسے مسند احمد (ج:۳،ص:۴۵) سنن ترمذی (ج:۱،ص:۵۳) وغیرہ میں تخریج کیا گیا ہے دوسری روایت حضرت انسؓ سے مروی ہے جسے دارقطنی نے کتاب **الصلاۃ باب اعادۃ الصلاۃ فی جماعۃ** (ج: ۱، ص: ٢٧٦) میں نقل کیا گیا ہے دونوں میں ایک ہی واقعہ مذکور ہے جو لفظی ترجمہ سے واضح ہے، **فقام رجل** بیہقی کی روایت کے مطابق یہ صاحب حضرت ابوبکر صدیقؓ تھے۔ **وفیہ فقام ابو بکر فصلی معہ وقد کان صلی مع رسول اللہ**ﷺ **سنن کبریٰ للبیھقی** (ج: ۳، ص: ٦٩) **وصلی معہ** یہ جماعت ثانی تھی حنابلہ اور اہل ظاہر اسی سے استدلال کرتے ہوئے جواز کا فتوی دیتے ہیں۔

(۲): قائلین جواز کی دوسری دلیل حضرت انسؓ کا واقعہ ہے جسے امام بخاریؒ نے تعلیقاً ذکر کیا ہے **وجاء انس بن مالک الی مسجد قد صلی فیہ فاذّن واقام وصلی جماعۃ.** (صحیح للبخاری، باب فضل الجماعۃ، ج: ۱، ص: ۸۹)

قائلین جواز کے دلائل سے جمہور کے جوابات: (۱) جہاں تک احادیث باب کا تعلق ہے جمہور اس کے جواب میں فرماتے ہیں کہ اس جماعت میں تو کل دو آدمی شریک تھے اور یہ جماعت بھی تداعی کے بغیر تھی اور یہ پہلے عرض کیا جا چکا ہے کہ تداعی کے بغیر تکرار جماعت تو جمہور کے نزدیک بھی جائز ہے البتہ شرط یہ ہے کہ گاہے گاہے ایسا کرے عادت بنالینا مکروہ ہے باقی رہی تداعی کی حد تو اس سلسلہ میں فقہاء کی تصریحات ہیں بعض فقہاء کہتے ہیں کہ امام کے علاوہ جماعت میں چار آدمی ہو جائیں۔

(۲): علاوہ ازیں حدیث باب میں جو فقام رجل آیا ہے مراد حضرت ابوبکر صدیقؓ ہیں جو متنفل تھے کیونکہ اس سے قبل وہ فرض نماز پڑھ چکے تھے جب کہ مسئلہ مجوث فیہا یہ ہے کہ جب امام اور مقتدی دونوں فرض نماز پڑھتے ہوں (۱)۔

---

(۱): **فی معارف السنن: فقام رجل: وهو أبو بكر الصديقؓ فقد بينه البيهقي في روايته من طريق اللؤلؤي عن أبي داؤد السجستاني في هذا الخبر نفسه: "فقام أبو بكر رضي الله عنه فصلى معه وقد كان صلى مع رسول اللهﷺ". أنظر "السنن الكبرى" للبيهقي.[۳: ۶۹و۷۰]، و كذلك قال الحافظ الزيلعي والحافظ ابن حجر وغيرهما.....وأما واقعة حديث الباب فلاتقوم بها حجة للمجوزين على الجمهور فانه المسألة الخلافية أن الامام والمأموم كلاهما مفترضا، وفي حديث الباب كان المأموم متنفلاً.** (معارف السنن، كتاب الصلاة، باب ماجاء في الجماعة في مسجد قد صلى فيه مرة، ج: ۲، ص: ۲۸٤، ۲۸٥، ۲۸۸، ط، ايچ ايم سعيد كراچی)

وفي البذل: قلت: وأما استدلالهم على جواز ذلك بهذا الحديث فممنوع، فان هذا الحديث اذا صلى مع من لم يصل صلاته يكون متنفلاً ولم يكرهه أحد من العلماء، وأما الجماعة حقيقة بأن الامام والمقتدى يجمعون وهم لم يصلوا قبل ذلك، فلايدل هذا الحديث على جوازه، والله تعالى أعلم. (بذل المجهود في حل سنن أبي داؤد، كتاب الصلاة، باب في الجمع في المسجد مرتين، ج: ۳، ص: ٤۳۷، ط، دار البشائر الاسلامية بيروت لبنان)

(۳): صحابہ کرامؓ میں کسی سے بھی یہ ثابت نہیں ہے کہ وہ تکرار جماعت پر کاربند رہے ہوں یا انہوں نے کبھی اس کی ترغیب یا اجازت دی ہو احادیث باب کا ایک واقعہ بس ایک جزوی واقعہ ہے جو ہرگز اجازت عام کے لیے مستدل بننے کی حیثیت نہیں رکھتا اگر اس کی یہ حیثیت ہوتی تو صحابہ کرامؓ کا عمل بھی ضرور اس کے مطابق ہوتا۔

(۴): احادیث باب میں ایک جزوی واقعہ مذکور ہے اس کے علاوہ تمام ذخیرہ حدیث میں کوئی ایسا واقعہ یا عملی مثال موجود نہیں ہے جس میں مسجد نبوی میں کبھی دوسری جماعت کی گئی ہو۔ اگر تکرار جماعت کی اجازت دیدی جائے تو جماعت کی اہمیت مسجد میں اس کی ضرورت اور مطلوبہ حکمت و وقار قائم نہیں رہتا چنانچہ عام طور پر یہی دیکھا جاتا ہے کہ جہاں تکرار جماعت کا رواج ہوتا ہے وہاں لوگ پہلی جماعت میں حاضری میں دلچسپی کم لیتے ہیں بلکہ تکاسل ہوتا ہے لوگ سست ہونے لگتے ہیں کہ مسجد میں ہر وقت جماعت متوقع ہوتی ہے اور اگر اس کی اجازت دے دی جائے تو مزید انتشار و افتراق کا بھی اندیشہ ہے۔

(۵): جہاں تک حضرت انسؓ کا واقعہ اور تکرار جماعت کی بات ہے تو شارحین حدیث کہتے ہیں کہ عین ممکن ہے کہ یہ راستہ کی مسجد ہو اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ مسند ابویعلیٰ میں یہ تصریح ہے کہ یہ مسجد بنی ثعلبہ تھی (فتح الباری ج:۲،ص:۱۰۹) جب کہ اس نام سے مدینہ میں کوئی مسجد معروف نہیں ہے ورنہ مدینہ منورہ کی تو چھوٹی چھوٹی مسجدوں کا ذکر بھی کتابوں میں ملتا ہے اس سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ یہ مسجد طریق تھی (۲) علاوہ ازیں

---

(۲): فی اعلاء السنن: وأما ما رواه البخاري تعليقاً: "وجاء أنسؓ الى مسجد قد صلى فيه فأذن وأقام، وصلى جماعة وفي فتح الباري: وصله أبو يعلى في مسنده من طريق الجعد أبي عثمان قال: مربنا أنس بن=

حضرت انسؓ سے یہ بھی مروی ہے کہ "ان اصحاب رسول اللہ ﷺ کانوا اذا فاتتھم الجماعۃ صلوا فی المسجد فرادیٰ [معارف السنن، ج: ۲، ص: ۲۸۸] اس سے صراحۃً جماعت ثانیہ کی نفی مدلول ہے۔ (توضیح السنن، باب ماجاء فی جواز تکرار الجماعۃ فی مسجد، ج: ۲، ص: ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ناشر، القاسم اکیڈمی جامعہ ابو ہریرہ نوشہرہ)

بخاری شریف میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کا منقول شدہ اثر کے تحت شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم ارشاد فرماتے ہیں کہ: اس اثر سے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے جماعت ثانیہ کے جواز پر استدلال کیا ہے۔ دوسرا استدلال ترمذی کی حدیث سے ہے کہ آپ ﷺ نے نماز پڑھی بعد میں ایک شخص اندر داخل ہوا جس سے جماعت چھوٹ گئی تھی، آپ ﷺ نے فرمایا ہے کہ: "أیکم یتجر علی ھذا" کوئی

=مالک فی مسجد ثعلبة، فذکر نحوه قال: وذلک فی صلاة الصبح، وفیه: فأمر رجلا، فأذن وأقام ثم صلی بأصحابه، وأخرجه ابن شیبة من طرق عن الجعد، وعند البیهقی من طریق أبی عبدالصمد العمی عن الجعد نحوه، وقال: مسجد بني رفاعة، وقال: فجاء أنس في نحوه عشرین من فتیانه اهـ [۲: ۱۰۹] فهو یحتمل أن یکون المسجد مسجد الطریق أو نحوهما لایکرهون التکرار فیه الخ. (اعلاء السنن، باب کراهة تکرار الجماعة في مسجد المحلة، ج: ٤، ص: ۲۸۰، ط، ادارة القرآن والعلوم الاسلامیة کراتشي / وفتح الباری بشرح صحیح البخاری، کتاب الأذان، باب فضل صلاة الجماعة، ج: ۲، ص: ١٥٤،١٥٥)

جوان کے ساتھ نماز پڑھے اوراجر حاصل کرے؟

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نفل کی نیت سے ان کے ساتھ کھڑے ہوگئے اور جماعت کرائی، تو یہ مسجد میں جماعت ثانیہ ہوئی۔ یہ دو دلیلیں ہیں جن سے حضرات حنابلہ جماعت ثانیہ کے جواز پر استدلال کرتے ہیں۔

امام مالک، امام شافعی اور امام ابوحنیفہ رحمہم اللہ تینوں اس پر متفق ہیں کہ عام حالات میں جس مسجد میں جماعت ہوچکی ہو اس میں جماعت ثانیہ جائز نہیں، مکروہ ہے، لیکن ساتھ ہی یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ اس مسجد کی بات ہے جس میں امام اور مؤذن مقرر ہوں، البتہ جو مسجدیں راستہ پر بنی ہوئی ہیں جن میں امام اور مؤذن مقرر نہیں ہوتے، وہاں یہی ہوتا ہے کہ جماعتیں آتی رہتی ہیں اور جماعت سے نماز پڑھتی رہتی ہیں، تو ایسی جگہ پڑھ سکتے ہیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ تداعی کے بغیر ہو، جس کی حد یہ ہے کہ مقتدی اور امام مل کر چار سے زائد نہ ہوں اور مسجد کے محراب سے ہٹ کر ایسی جگہ جماعت کریں جو ایک کنارہ سا ہو، اور اذان واقامت نہ کہے تو جائز ہے لیکن جہاں اندیشہ ہو کہ پوری جماعت کھڑی ہوجائے گی وہاں نہیں کرنا چاہئے۔

عدم جواز پر جمہور کی دلیل یہ ہے کہ حضور اقدس ﷺ کے عہد مبارک میں ایک واقعہ کے سوا جس میں آپ ﷺ نے فرمایا "**ایکم یتجر علی هذا**" کہیں اور تکرار جماعت کا ذکر نہیں ہے، بلکہ خود حضور اقدس ﷺ کا عمل یہ منقول ہے۔

معجم طبرانی کی روایت ہے کہ ایک مرتبہ آپ ﷺ باہر قباء وغیرہ تشریف لے گئے تھے، واپس تشریف لائے تو جماعت ہوچکی تھی، روایت کے الفاظ یہ ہیں کہ "**فمال**

علی منزله فجمع أهله وصلی بهم" گھر تشریف لے گئے، گھر والوں کو جمع کیا اور ان کو نماز پڑھائی تو مسجد نبوی کی فضیلت کو ترک کر کے گھر میں جماعت کرائی (۳)۔

مصنف ابن ابی شیبہ میں ایک روایت آتی ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے جب جماعت رہ جاتی تھی تو وہ اپنے گھروں کے زوایا میں جا کر پڑھتے تھے، کہیں یہ منقول نہیں ہے کہ با قاعدہ جماعت ہوتی تھی، اگر یہ عمل درست ہوتا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے منقول ہوتا۔

پیچھے جو حدیث گزری ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا میرا دل چاہتا کہ امام کو کھڑا کروں اور جا کر ان کے گھروں کو آگ لگا دوں جو جماعت میں نہیں آتے۔ اگر جماعت ثانیہ جائز ہوتی تو ان کے پاس عذر ہوتا کہ ہم دوسری جماعت کر لیں گے، تو یہ سب جمہور کے دلائل ہیں اور جہاں تک حضرت انس رضی اللہ عنہ کے واقعہ کا تعلق ہے، تو اس میں غالب یہ ہے کہ وہ مسجد طریق تھی، جس کی دو دلیلیں ہیں۔

ایک دلیل یہ ہے کہ انہوں نے اذان بھی کہی اور اقامت بھی کہی اور جو جماعت

---

(۳): عن عبدالرحمٰن بن أبی بکرة عن أبی بکرة، أن رسول اللّٰه ﷺ أقبل من بعض نواحی المدینة یرید الصلاة فوجد الناس قد صلوا فمال الی منزله، فجمع أهله صلی بهم. رواه الطبرانی فی الکبیر والأوسط ورجاله ثقات. (مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، کتاب الصلاة، باب فیمن جاء الی المسجد فوجد الناس قد صلوا، ج: ۲، ص: ٤٥، ط، دار الکتاب العربی بیروت لبنان/ والمعجم الأوسط للطبرانی، ج: ۷، ص: ٥١، رقم: ٦٨٢٠، ط، دار الحرمین)

ثانیہ کو جائز کہتے ہیں وہ بھی بغیر اذان اور اقامت کے جائز کہتے ہیں۔اذان اور اقامت کے ساتھ جماعت ثانیہ کا دنیا میں کوئی بھی قائل نہیں ہے، لہٰذا انہوں نے جو اذان اور اقامت کہی تو لازماً یہ مسجد طریق ہوگی اور ایک روایت سے اس کی تائید بھی ہوتی ہے۔مسند اَبویعلی میں ہے کہ انہوں نے جس مسجد میں نماز پڑھی تھی اس کا نام مسجد بنوذریق تھا اور یہ مدینہ منورہ کی مشہور مساجد میں شامل نہیں۔

جہاں تک حضرت انس رضی اللہ عنہ کے واقعہ کا تعلق ہے تو عین ممکن ہے کہ یہ مسجد مسجدِ طریق ہی ہو، اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ مسند ابویعلی میں تصریح ہے کہ یہ مسجد بنی ثعلبہ تھی، اور اس نام سے مدینہ طیبہ میں کوئی معروف مسجد نہیں، اس سے ظاہر یہی ہوتا ہے کہ یہ مسجد طریق تھی، نیز اس کی دلیل یہ بھی ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: "ان **اصحاب رسول اللہ ﷺ کانوا اذا فاتتهم الجماعة صلّوا فی المسجد فرادی**" یہ جماعت ثانیہ کی نفی پر بالکل صریح ہے۔

تو ایسا لگتا ہے کہ یہ راستہ کی مسجد تھی اور اس میں مؤذن مقرر نہیں تھے، اس لئے اذان اور اقامت بھی کہی اور جماعت بھی کی، تو اس سے جماعت ثانیہ کے جواز پر استدلال درست نہیں.... خلاصہ یہ ہے کہ یہ مسجد طریق تھی یا یہ کہہ لیا جائے کہ یہ واقعہ "**حال یتطرق علیها احتمالات کثیرة**" لہٰذا محض اس کی بنیاد پر جماعت ثانیہ کا جواز نہیں ہوگا۔

اور مصلحت کی بات یہ بھی ہے کہ جب جماعت ثانیہ کا رواج ہو جاتا ہے تو لوگوں کے دل سے جماعت اولی کی اہمیت کا احساس مٹ جاتا ہے کہ چلیں دوسری جماعت میں شریک ہو جائیں گے وہ نہ ملی تو تیسری میں ہو جائیں گے، جہاں جماعت ثانیہ کا رواج ہے وہاں لوگ جماعت میں شریک ہونے میں سستی کرتے ہیں، اس لئے بھی جماعت ثانیہ

جماعت اولیٰ کے وقار کے خلاف ہے(۴)۔ (انعام الباری، کتاب الاذان، باب فضل صلاۃ الجماعۃ، ج:۳،ص:۴۴۱ تا ۴۴۴، ط، مکتبۃ الحراء کراچی/نصر الباری، کتاب الاذان، باب فضل صلاۃ الجماعۃ، ج:۳،ص:۲۷۳، مکتبہ الشیخ کراچی/تحفۃ القاری شرح صحیح البخاری، کتاب الصلاۃ، باب فضل صلاۃ الجماعۃ، ج:۲،ص:۵۰۹، ۵۱۰، ط، مکتبہ حجاز دیوبند/درس ترمذی، کتاب الصلاۃ، باب ماجاء فی الجماعۃ فی مسجد قد صلی فیہ مرۃ، ج:۱،ص:۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ط، مکتبہ دار العلوم کراچی)

مسجد محلّہ کی جماعت سے پہلے جماعت کرنے کا حکم

مسجد محلّہ کی وقت مقررہ اور متعین امام سے قبل جو لوگ نماز جماعت سے ادا کریں گے ان کی یہ جماعت جماعتِ ثانیہ کے درجہ میں ہے، جو مکروہ ہے اصل جماعت وہی شمار ہوگی جو وقت معین میں معین امام کی معیت میں ادا کی جائے۔

فی الهندية: لو صلى بعض أهل المسجد باقامة وجماعة، ثم دخل المؤذن والامام وبقية الجماعة، فالجماعة المستحبة لهم، والكراهة للأولى كذا في المضمرات. (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الصلاة، الباب

---

(۴): **وقال سالم، وأبو قلابة، وأيوب، وابن عون، والليث، والبَتِّيُّ، والثوری، ومالک، وأبو حنيفة، والأوزاعی، والشافعی: لاتعاد الجماعة في مسجد له امام راتب، في غير ممر الناس. فمن فاتته الجماعة، صلى منفرداً، لئلا يفضى الى اختلاف القلوب والعداوة والتهاون فی الصلاة مع الامام، ولأنه مسجد له امام راتب.** (المغنی، باب الامامة، ج: ۳، ص: ۱۰، ط، دارعالم الکتب رياض)

الثاني في الأذان، الفصل الأول، ج: ١، ص: ٥٤)

وفي التاتارخانية: وفي الملتقط: ولو صلى بعض أهل المسجد باقامة وجماعة، ثم دخل المؤذن والامام وبقية الجماعة، فالجماعة المستحبة لهم، والكراهة للأولى. (الفتاوى التاتارخانية، كتاب الصلاة، ج: ٢، ص: ١٥٦، ط، مكتبة زكريا ديوبند)

راستوں کی مساجد میں جماعت ثانیہ کا حکم

راستوں کی مساجد میں اگر امام ومؤذن مقرر نہ ہوں تو ان مساجد میں جماعت ثانیہ بالاتفاق جائز ہے، البتہ اگر ان مساجد میں امام مقرر ہوں تو اس مسئلہ کے بارے میں ہمارے اکابرین (علمائے دیوبند) کے فتاوی میں شدید اختلاف ہے۔ لہٰذا اس مسئلہ کے بارے میں جامعہ دار العلوم کراچی سے ماہانہ البلاغ میں تفصیلاً جو فتویٰ شائع ہوا تھا احقر اس کے نقل کرنے پر اکتفاء کرتا ہے، لہٰذا فتویٰ ملاحظہ فرمائیں:

سوال: محترم جناب مفتی صاحب!

آنجناب سے درج ذیل مسائل کی وضاحت مطلوب ہے:

(۱) موٹروے اور ہائی وے کے ذریعے ایک شہر سے دوسرے شہر جاتے وقت راستے میں واقع پٹرول پمپ اور ریسٹورنٹ کی جو مساجد آتی ہیں اور اسی طرح ایک شہر سے دوسرے شہر جاتے ہوئے راستے میں واقع اسٹیشن، اڈہ، ائیر پورٹ وغیرہ کی جو مساجد آتی ہیں جن میں سے بہت سی مساجد میں امام ومؤذن نیز آس پاس کے کچھ نمازی بھی متعین ہوتے ہیں اور وہاں کثرت سے مسافروں کی بسیں اور گاڑیاں آ کر نماز کیلئے رکتی ہیں

تو ان مساجد میں پہلی جماعت ہوجانے کے بعد دوسری جماعت کرانے کا کیا حکم ہے؟....الخ۔

الجواب حامداً ومصلیاً:

(۱) واضح رہے کہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک محلّہ کی مسجد میں جماعتِ ثانیہ مکروہ تحریمی ہے اور کتب فقہ میں مسجدِ محلّہ اس مسجد کو کہا گیا ہے جس کا امام ومؤذن مقرر ہواور وہاں کی جماعت بھی مقرر ہو یعنی اس کے مقتدی متعین ہوں۔

اور مسجدِ محلّہ میں جماعت ثانیہ کے مکروہ ہونے کی فقہائے کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے چندوجوہات بیان فرمائی ہیں:

(الف)......تقلیلِ جماعت

(ب)......لوگوں کی جماعتِ اولیٰ کے ساتھ نماز پڑھنے میں سستی

(ج)......افتراق کی صورت

لہٰذا موٹروے اور ہائی وے کے ذریعے ایک شہر سے دوسرے شہر جاتے وقت راستے میں واقع پٹرول پمپ اور ریسٹورنٹ کی مساجد اور اسی طرح راستے میں واقع اسٹیشن، اڈہ اور ایئر پورٹ کی مساجد اور اگر کسی شہر میں ہوں یا ایسی جگہ ہوں جہاں آبادی ہو اور ان مساجد میں امام ومقتدی مقرر ہوں تو ان مساجد میں جماعتِ ثانیہ مکروہ تحریمی ہے کیونکہ ایسی مساجد پر مسجد محلّہ کی تعریف صادق آتی ہے اور کراہت کی مذکورہ بالا وجوہات پائی جاتی ہیں۔

اور اگر مذکورہ جگہوں کی مساجد شہر سے باہر ہوں یا ایسی جگہ واقع ہوں جہاں آبادی نہ ہو تو اگر چہ ان مساجد میں امام ومؤذن مقرر ہوں اور آس پاس کے چند نمازی بھی مستقل نماز پڑھنے والے ہوں تو ایسی مساجد میں جماعتِ ثانیہ مکروہ نہیں کیونکہ عموماً ان

مساجد میں ہر نماز کے وقت جو جماعتیں ہوتی ہیں ان میں اتنی کثرت کے ساتھ مقتدیوں میں تبدیلی واقع ہوتی ہے کہ ان کو جماعتِ معلومہ نہیں کہا جاسکتا جس کی بناء پر ایسی مساجد کو مسجدِ محلّہ کہا جاسکے نیز ایسی مساجد میں جماعتِ ثانیہ کے مکروہ ہونے کی مذکورہ بالا وجوہات بھی نہیں پائی جاتیں، البتہ ایسی مساجد میں جماعتِ ثانیہ جماعتِ اولیٰ کی ہیئت سے ہٹ کر ادا کرنا بہتر ہے جس کی صورت یہ ہے کہ مسجد میں جس جگہ جماعتِ اولیٰ ہوچکی ہو اس جگہ سے کچھ ہٹ کر دوسری جگہ جماعتِ ثانیہ ادا کی جائے اور اگر مسجد سے باہر نماز کی مناسب جگہ ہو تو احتیاط کا پہلو اس میں ہے کہ اس جگہ نماز ادا کی جائے۔

فی ردالمحتار (١:٥٥٢ ایچ ایم سعید):

المراد بمسجد المحلة ماله امام وجماعة معلومون كما في الدرر وغيرها. قال في المنبع: والتقييد بالمسجد المختص بالمحلة، احتراز من الشارع، وبالأذان الثاني، احتراز عما اذا صلى في مسجد المحلة جماعة بغير أذان حيث يباح اجماعاً.

وفيه أيضا (١: ٥٥٣ ايچ ايم سعيد):

أقره الرملي في حاشية البحر لكن يشكل عليه أن نحو المسجد المكي والمدني ليس له جماعة معلومون فلايصدق عليه أنه مسجد محلة بل هو كمسجد شارع، وقد مر أنه لاكراهة في تكرار الجماعة فيه اجماعاً فليتأمل.

وفي دررالحكام في شرح غرر الأحكام (١: ٨٥ مير محمد)

(ولاتكرار) الجماعة (في مسجد محلة بأذان واقامة) يعني اذا

كان لمسجد امام وجماعة معلومون، فصلى بعضهم بأذان واقامة لايباح لباقيهم تكرارها بهما، لكن لو كان مسجد الطريق يباح تكرارها بهما.

وفى الهندية (١: ٨٣ مكتبه رشيديه):

المسجد اذا كان له امام معلوم وجماعة معلومة فى محلة، فصلى أهله فيه بالجماعة، لايباح تكرارها فيه بأذان اذا صلوا بغير أذان يباح اجماعاً، وكذا فى مسجد قارعة الطريق.

وفى المبسوط للسرخسى (١: ٦ ٤ ٢ دار الفكر):

قال: (واذا دخل القوم مسجداً قد صلى فيه أهله، كرهت لهم أن يصلوا جماعة بأذان واقامة، ولكنهم يصلون وحداناً بغير أذان ولااقامة)......ولنا: أنا امرنا بتكثير الجماعة، وفى تكرار الجماعة فى مسجد واحد تقليلها لأن الناس اذا عرفوا أنهم تفوتهم الجماعة يعجلون للحضور، فتكثر الجماعة، واذا علموا أنه لاتفوتهم، يؤخرون فيؤدى الى تقليل الجماعات، وبهذا فارق المسجد الذى على قارعة الطريق، لأنه ليس له قوم معلومون، فكل من حضر يصلى فيه، فاعادة الجماعة فيه مرة لاتؤدى الى تقليل الجماعات.

وفى البدائع (٢: ١٥٣ دار الكتاب العربى):

روى عن أنس بن مالك رضى اللّٰه عنه: أن أصحاب رسول اللّٰه ﷺ كانوا اذا فاتتهم الجماعة صلوا فى المسجد فرادى، ولأن التكرار يؤدى الى تقليل الجماعة، لأن الناس اذا علموا أنهم تفوتهم

الجماعة فيستعجلون، فتكثر الجماعة، واذا علموا أنها لاتفوتهم، يتأخرون، فتقل الجماعة، وتقليل الجماعة مكروه، بخلاف المساجد التي على قوارع الطريق، لأنها ليست لها أهل معروفون، فأداء الجماعة فيها مرة بعد أخرى لايؤدى الى تقليل الجماعات.

وفيه ايضاً (١: ١٥٣ دار الكتاب العربي):

ولو صلى في مسجد بأذان واقامة، هل يكره له أن يؤذن ويقام فيه ثانيا؟ فهذا لايخلو من أحد وجهين: اما ان كان مسجداً له أهل معلوم أو لم يكن، فان كان له أهل معلوم، فان صلى فيه غير أهله بأذان واقامة، لايكره لأهله أن يعيدوا الأذان والاقامة، وان صلى فيه أهله بأذان واقامة أو بعض أهله، يكره لغير أهله وللباقين من أهله أن يعيدوا الأذان والاقامة. وعند الشافعيؒ: لايكره وان كان مسجداً ليس أهله معلوم، بأن كان على شوارع الطريق لايكره تكرار الأذان والاقامة فيه.

وفي منحة الخالق على البحر الرائق (١: ٦٠٥ دار الكتب العلمية):

قوله: و منها حكم تكرارها في مسجد واحد الخ: قال قاضي خانؒ في شرح الجامع الصغير: رجل دخل مسجداً، قد صلى فيه أهله، فانه يصلي بغير أذان واقامة، لأن في تكرار الجماعة تقليها وقال الشافعيؒ: لابأس بذلك، لأن أداء الصلاة بالجماعة حق المسلمين والآخرون فيها كالأولين، والصحيح ما قلنا، وهكذا روى عن أصحاب النبيﷺ: أنهم اذا فاتتهم الجماعة، اذا كثر القوم، أما اذا صلوا وحدانا، وعن أبي يوسف

رحمه اللّٰه أنه قال: انما يكره تكرار الجماعة اذا كثر القوم، أما اذا صلوا وحدانا في ناحية المسجد لايكره، وهذا اذا كان صلى فيه أهله، فان صلى فيه قوم من الغرباء بالجماعة، فلأهل المسجد أن يصلوا بعدهم بجماعة بأذان واقامة، لأن اقامة الجماعة في هذا المسجد حقهم، ولهذا كان لهم نصب المؤذن وغير ذلک، فلايبطل حقهم باقامة غيرهم وهذا اذا لم يكن المسجد على قارعة الطريق، فاذا كان كذلک، فلابأس بتكرار الجماعة فيه بأذان واقامة، لأنه ليس له أهل معلوم فكانت حرمته أخف.

وفي المحيط البرهاني (٢: ١٠٢ ادارة القرآن والعلوم الاسلامية):

رجل دخل مسجداً صلى فيه أهله، فانه يصلي وحده من غير أذان ولااقامة، ويكره أن يصلي بجماعة بأذان واقامة والأصل في ذلک: (أن رسول اللّٰه ﷺ خرج ليصلح بين الأنصار، واستخلف عبدالرحمٰن بن عوفؓ، فرجع بعد ما صلى عبد الرحمٰن، فدخل بيته وجمع أصحابه، وصلى بهم) ولو كان يجوز اعادة الصلاة في المسجد لما ترک الصلاة في المسجد مع أن الصلاة في المسجد أفضل، ولأن في هذا تقليل الجماعة، لأن الجماعة اذا كانت لاتفوتهم لايعجلون الى الحضور، فان كل أحد يعتمد على جماعته، وبه وقع الفرق بين هذا وبينما اذا صلى فيه قوم ليسوا من أهله حيث كان لأهله أن يصلوا فيه بجماعة بأذان واقامة، لأن تكرار الجماعة ههنا لايؤدى الى تقليل الجماعة.

وفي ردالمحتار (١: ٣٩٥، ايچ ايم سعيد)

وتكرار الجماعة لما روى عبدالرحمٰن بن أبي بكرؓ عن أبيه: أن رسول اللّٰهﷺ خرج من بيته ليصلح بين الأنصار فرجع وقد صلى في المسجد بجماعة، فدخل رسول اللّٰهﷺ في منزل بعض أهله، فجمع أهله، فصلى بهم جماعة، ولو لم يكره تكرار الجماعة في المسجد، لصلى فيه، وروى عن أنس: أن أصحاب رسول اللّٰهﷺ كانوا اذا فاتتهم الجماعة في المسجد، صلوا في المسجد فرادى، ولأن التكرار يؤدي الى تقليل الجماعة، لأن الناس اذا علموا أنهم تفوتهم الجماعة يتعجلون، فتكثر والا تأخروا. بدائع.

وحينئذ فلو دخل جماعة المسجد بعد ما صلى أهله فيه، فانهم يصلون وحداناً، وهو ظاهر الرواية ظهيرية. وفي آخر شرح المنية : وعن أبي حنيفةؒ: لو كانت الجماعة أكثر من ثلاثة، يكره التكرار، و الا، فلا، وعن أبي يوسفؒ اذا لم تكن على الهيئة الأولى، لاتكره، والا تكره، وهو الصحيح، وبالعدول عن المحراب تختلف الهيئة، كذا في الزازية: وفي التاتارخانية عن الولواجية: وبه نأخذ و سيأتي في باب الامامة ان شاء اللّٰه تعالىٰ لهذه المسئلة زيادة كلام.

قوله: الا في مسجد على طريق، هو ماليس له امام و مؤذن راتب، فلايكره التكرار فيه بأذان واقامة، بل هو الأفضل. خانية.

وفي الولواجية (١: ٧٢ دار الكتب العلمية):

واذا صلى أهل المسجد بالجماعة، بأذان، كره الأذان والجماعة لغيرهم الا اذا كان المسجد على الطريق، لأنا لو جوزنا ذلك يؤدي الى

تقليل الجماعة لأن كل واحد يعتمد على جماعة نفسه بخلاف ما اذا كان المسجد على الطريق.

وفى حاشية امداد الاحكام (١: ٤٩٧ مكتبه دار العلوم)

قلت: وهو الذى يميل اليه القلب لقوة دليله فان علة الكراهة وهى مظنة التهاون موجودة بعد تغيير الهيئة أيضا.

وفى اعلاء السنن (٤: ٢٨٣ ادارة القرآن والعلوم الاسلامية):

قال الشافعى رحمه اللّٰه فى الأم: و أحسب كراهية من كره ذلك منهم انما كان لتفرق الكلمة وأن يرغب رجل عن الصلاة خلاف امام جماعة، فيتخلف هو ومن أراد عن المسجد فى وقت الصلاة، فاذا قضيت دخلوا فجمعوا فيكون فى هذا اختلاف وتفرق كلمة وفيهما المكروه، وانما أكره هذا فى كل مسجد له امام ومؤذن، فأما مسجد بنى على ظهر الطريق أو ناحية لايؤذن فيه، مؤذن راتب ولايكون له امام ويصلى فيه المارة ويستظلون فلا أكره ذلك فيه، لأنه ليس فيه المعنى الذى وصفت من تفرق الكلمة.

وفى المبسوط للامام الشيبانى (١٣٦ عالم الكتب)

قلت: أرأيت قوما فاتتهم الصلاة فى جماعة، فدخلوا المسجد، وقد أقيم فى ذلك المسجد، وصلى وفيه فأراد القوم أن يصلوا فيه جماعة بأذان واقامة؟ قال: أكره لهم ذلك، ولكن عليهم أن يصلوا وحداناً بغير أذان ولا اقامة، لأن أذان أهل المسجد واقامتهم تجزيهم.

قلت: أرأيت ان كان ذلك المسجد في طريق من طريق المسلمين، وصلى فيه قوم مسافرون بأذان واقامة، ثم جاء قوم مسافرون سوى أولئك، فأردوا أن يؤذنوا فيه، ويقيموا، ويصلوا جماعة؟ قال: لابأس بذلك. قلت: لم؟ قال: لأن هذا المسجد لم يصل فيه أهله، انما صلى فيه أهل الطريق، وانما اكره ذلك اذا كان أهله قد صلوا فيه.

وفي المحيط البرهاني (٢: ١٠٣ ادارة القرآن والعلوم الاسلامية):

روى عن أبي يوسف في الفصل الأول أنه قال: انما يكره تكرار الجماعة اذا كان القوم كثيراً، أما اذا صلى واحد بواحد أو باثنين بعد ما صلى فيه أهله، فلا بأس به، لما روى أن رسول الله عليه السلام صلى بأصحابه، فدخل أعرابي وقام يصلي، فقال عليه: من يتصدق على هذا فيقوم، ويصلي، فقال عليه السلام: من يتصدق على هذا، فيقوم، ويصلي معه؟ فقام أبو بكرؓ، وصلى معه، وروى عن محمدؒ: أنه لم ير بالتكرار بأسا اذا صلوا في زواية في المسجد على سبيل الخفية، انما كان يكره اذا صلوا على سبيل التداعي والاجتماع.

قال القدوريؒ في كتابه: وان كان المسجد على قارعة الطريق، ليس له قوم معينون، فلا بأس بتكرار الجماعة فيه لأن تكرار الجماعة في هذا الفصل لا يؤدى الى تقليل الجماعة.

وفي البحر الرائق (١: ٣٦٧ دار المعرفة)

في المجتبى: ويكره تكرارها في مسجد بأذان واقامة، وعن أبي

يوسفؒ: انما يكره تكرارها بقوم كثير أما اذا صلى واحد بواحد واثنين، فلا بأس به، وعنه: لابأس به مطلقاً اذا صلى في غير مقام الامام. وعن محمدؒ: انما يكره تكرارها على سبيل التداعي، أما اذا كان خفية في زاوية المسجد، لابأس به.

وقال القدوريؒ: لابأس بها في مسجد في قارعة الطريق. وفي أمالي قاضيخان: مسجد ليس له امام ولا مؤذن ويصلي الناس فيه فوجاً فوجاً، فالأفضل أن يصلي كل فريق بأذان واقامة على حدة، ولو صلى بعض أهل المسجد بأذان واقامة مخافتة، ثم ظهر بقيتهم، فلهم أن يصلوا جماعة على وجه الاعلان.... الخ. (ماهنامه البلاغ کراچی، شعبان ۱۴۳۱ھ اگست ۲۰۱۰ء، ص: ۳۹تا۴۶)

ایک مسجد میں تراویح کی دو جماعتوں کا حکم

محلّہ کی مسجد میں جماعت ثانیہ مکروہ ہے، اس میں تراویح کی جماعت ثانیہ بھی شامل ہے، تراویح کی دو جماعت ہونے کی صورت میں اصل جماعت درست ہوگی۔ اور دوسری جماعت مکروہ ہوگی، اس لئے ایک مسجد میں تراویح کی ایک جماعت ہی ہونی چاہئے۔

فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی رشید احمد لدھیانوی صاحب نور اللہ مرقدہٗ ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں کہ: مسجد میں جماعت کا تعدد مکروہ ہے اور اس کا عموم جماعت تراویح کو بھی شامل ہے لہٰذا یہ بھی مکروہ ہے خواہ ایک ہی وقت میں تراویح کی متعدد جماعتیں ہوں یا مختلف اوقات میں ہوں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ (احسن الفتاوی، فصل فی

التراویح، ج:۳،ص:۵۲۶، ط،ایچ ایم سعید)

حضرت مولانا مفتی شبیر احمد القاسمی صاحب دامت برکاتہم ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں کہ: ایک مسجد میں بیک وقت تراویح کی ایک ہی جماعت ہونی ضروری ہے، الگ الگ دو جماعت کرنا مکروہ ہے، لہٰذا پہلی جماعت جو مسجد کی اصل محراب میں ہورہی ہے وہ بلا کراہت درست ہے اور اس کے علاوہ دوسری جماعت جو کہ اوپر کی منزل میں ہوئی ہے وہ مکروہ ہوگی۔ (فتاوی قاسمیہ، ج:۸،ص:۲۷۲، ط، مکتبہ زکریا دیوبند)

حضرت مولانا مفتی سید محمد سلمان منصور پوری صاحب دامت برکاتہم ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں کہ: جماعت ثانیہ کے بارے میں جو حکم فرائض کا ہے وہی تراویح کا بھی ہے۔ جس مسجد میں متعدد تراویح کی جماعتیں ہوتی ہیں، خواہ ایک وقت میں ہوں یا الگ الگ وقتوں میں ہوں، خواہ آپس میں آوازیں ٹکراتی ہوں یا نہ ٹکراتی ہوں۔الخ۔ (کتاب النوازل، ج:۴،ص:۵۱۸/ محمود الفتاویٰ، باب التراویح، ج:۳،ص:۱۰۶، ط، مکتبہ محمودیہ)

جماعت ثانیہ کے بارے میں علماءدیوبند کی آراء

قطب الاقطاب فقیہ النفس حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کا فتوی

﴿سوال﴾: مسجد میں ایک مرتبہ نماز جماعت اولیٰ کے ساتھ ہوگئی اب تھوڑی دیر کے بعد نمازی اور جمع ہو گئے تو اب دوسری جماعت کی جاوے تکبیر پڑھی جاوے یا نہیں اور اسی مصلی پر یہ دوسرا امام کھڑا ہو جہاں کہ پہلا کھڑا تھا یا دوسری جگہ فاصلہ دے کر؟

﴿جواب﴾: مسجد محلّہ میں دوسری جماعت مکروہ ہے۔ثواب جماعت کا اس میں نہیں ملتا فقط۔ (فتاوی رشیدیہ، کتاب الصلاۃ، ص: ۳۶۰، ۳۶۱، ط، دار الاشاعت کراچی)

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کا فتوی

﴿سوال﴾: حنفیہ کے نزدیک جماعت ثانیہ مکروہ ہےاورحدیث میں ہے:عن أبی سعید رضی اللّٰہ عنه قال: جاء نی رجل وقد صلی رسول اللّٰه ﷺ، فقال: أیکم یتجر علیٰ هذا؟ فقام رجل وصلی معه. (رواه الترمذی ص: ۵۹)أصح المطابع، وفی البخاری عن أنس تعلیقاً: وأبی یعلیٰ موصولاً أنه جاء أنس رضی اللہ عنہ الی مسجد قد صلی فیه، فأذن وأقام وصلی جماعة.

لہٰذا اس حدیث کا کیا جواب ہےاور مسجد محلّہ اور مسجد بازار اس حکم میں برابر ہیں یا کچھ فرق ہے؟

﴿جواب﴾ ابوسعید رضی اللہ عنہ کی حدیث میں متنفل نے مفترض کی اقتداء کی۔اور کلام اس جماعت ثانیہ میں ہے جہاں دونوں مفترض ہوں فلا حجۃ فیہ،اور انس رضی اللہ عنہ کا فعل ممکن ہے کہ مسجد طریق میں ہو۔ چنانچہ تکرار اذان اس کا قرینہ ہے، کیونکہ مجوزین جماعت ثانیہ بھی تکرار اذان کو منع کرتے ہیں۔ (امداد الفتاوی، باب الامامۃ والجماعۃ، ج:۱،ص:۲۹۹،۳۰۰، ط،مکتبہ دار العلوم کراچی)

مفتی اعظم ہند و مفتی اوّل دار العلوم دیوبند حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کا فتویٰ

مفتی اعظم ہند و مفتی اول دار العلوم دیوبند حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ:

''مقلدین کے لئے اقوال فقہاء و ائمہ بطور دلیل کافی ہیں پس جب کہ ظاہر الروایۃ عند الحنفیہ کراہت جماعت ثانیہ مسجد محلّہ میں ہے جیسا کہ شامی میں منقول ہے تو اس سے زیادہ مقلدین کے لئے کوئی حجت نہیں۔ شامی میں منقول ہے'' **ومقتضى هذا الاستدلال كراهة التكرار في مسجد المحلة ولو بدون اذان يؤيده ما في الظهيرية لو دخل جماعة المسجد بعد ما صلى فيه اهله ويصلون وحداناً وهو ظاهر الرواية. الخ** اور اس سے کچھ پہلے مذکور ہے **ثم قال خرج ليصلح بين قوم فعاد الى المسجد وقد صلى فيه اهل المسجد فرجع الى منزله فجمع اهله و صلى بهم ولو جاز ذلك لما اختار الصلاة في بيته على الجماعة في المسجد ولان في الاطلاق (اى في تجويز الجماعة الثانية) هكذا تقليل الجماعة معنى فانهم لايجتمعون اذا علموا انهم لاتفوتهم. الخ.**

پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل سے اور فقہاء کی تصریح سے کراہت جماعت ثانیہ مسجد محلّہ میں ثابت ہوئی۔ اس صورت میں اگر بعض روایات جواز کی بھی ہوں تو اول جواز کراہت کے ساتھ بھی جمع ہوتا ہے تو وہاں جواز مع الکراہت مراد ہوگا۔ غایت یہ کہ کراہت تنزیہی ہوگی، بہر حال جماعت ثانیہ کراہت تحریمی یا تنزیہی سے خالی نہیں اور دوسرے یہ کہ

جہاں کراہت اور عدم کراہت میں تعارض ہوتا ہے تو کراہت کو ترجیح دی جاتی ہے "لان دفع المضار اولی من جلب المنافع" یہی مضامین ہیں جن کو حضرت مولانا گنگوہی قدس سرہٗ نے اپنے رسالہ کراہت جماعت ثانیہ میں بیان فرمایا ہے اور اس میں جواب ان روایت حدیث وفقہ کا دیا ہے جس سے جواز مفہوم ہوتا ہے۔ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی قدس سرہٗ نے اس بارہ میں ایک امر فیصلہ کن ارشاد فرمایا ہے، انہوں نے فرمایا کہ عدم جواز جماعت ثانیہ میں ایک دلیل مجھ کو ظاہر ہوئی۔ اور ایک حضرت مولانا احمد علی محدثِ سہانپور قدس سرہٗ کو جو کہ استاذ ہیں حضرت مولانا نانوتویؒ کے، وہ دلیل جو حضرت مولانا نانوتویؒ کو معلوم ہوئی وہ قصہ صلاۃ خوف کا ہے کہ باوجود کشاکشی کے کہ جنگ کا موقع ہے ایک ہی جماعت کی گئی اور نمازیوں کے دو طائفہ کئے گئے اور اس قدر حرکات اور ذہاب وایاب نماز کے اندر جائز کیا گیا، مگر جماعت ثانیہ کی اجازت نہ ہوئی حالانکہ یہ آسان تھا کہ ایک امام ایک طائفہ کو پوری نماز پڑھا دیتا اور دوسرا امام اس کے بعد دوسرے طائفہ کو پوری نماز باجماعت پڑھا دیتا اس کو فرمایا کہ یہ دلیل ظاہر تر ہے اور چونکہ یہ نماز آنحضرت ﷺ کے زمانہ کے ساتھ خاص نہیں تھی بلکہ اب بھی اسی طرح پڑھنے کا حکم ہے تو یہ نہیں کہہ سکتے کہ یہ اس لئے تھا کہ سب کو ان کی اقتداء کی فضیلت حاصل ہو۔ اور وہ دلیل جو حضرت مولانا احمد علی قدس سرہٗ نے فرمائی ہے وہ دقیق ہے۔ مولانا احمد علی صاحب نے فرمایا کہ یہ مسئلہ ہے کہ جس مسجد میں ایک دفعہ جمعہ کی نماز ہو چکی ہو تو اس مسجد میں پھر جمعہ کی جماعت درست نہیں ہے۔ چنانچہ شامی وغیرہ میں تصریح ہے کہ جمعہ کے بعد جامع مسجد کے کواڑ بند کر دیئے جاویں کہ ایسا نہ ہو کہ پھر چند آدمی آ کر جماعت ثانیہ کر لیں تو اس کی وجہ میں جو غور کیا کہ کیا وجہ اس عدم جواز کی ہے حالانکہ شرائط جمعہ سب علی حالہا موجود ہیں۔ مصر بھی ہے، اذن عام بھی ہے،

نمازی بھی موجود ہیں، ایک مصر میں تعدد جمعہ بھی درست ہے، پھر کیا وجہ ہے کہ دوبارہ جماعت جمعہ ایک مسجد میں صحیح نہ ہوتو اس کے سوا کچھ وجہ نہیں کہ جمعہ کے لئے جماعت بھی شرط ہے۔ پس معلوم ہوا کہ جماعت ثانیہ مشروعہ نہیں ہے۔ اور جب کہ وہ جماعت معتبرہ نہ ہوئی تو ایک شرط جمعہ کی فوت ہوگئی۔ پس معلوم ہوا کہ جماعت ثانیہ ایک مسجد میں درست نہیں ہے۔ وھو کما قال رحمہ اللّٰہ. فقط. (فتاوی دارالعلوم دیوبند، باب الامامۃ والجماعۃ، ج:۳،ص:۴۰، ۴۱، ط، دارالاشاعت کراچی)

مفتی اعظم ہند مفتی کفایت اللہ صاحب نوراللہ مرقدہٗ کا فتوی

﴿سوال﴾: اگر کسی مسجد میں نماز باجماعت ہوچکی ہے تو کیا اسی مسجد میں دوبارہ جماعت ناجائز ہوگی؟ اور جماعت ہوجانے کے بعد انفرادی طور پر نماز پڑھنا کیسا ہے؟

﴿جواب﴾: حنفیہ کے نزدیک ایسی مسجد میں جس میں پنج وقتہ منظم طریقہ پر جماعت سے نماز ہوتی ہے پہلی جماعت ہوجانے کے بعد دوسری جماعت مکروہ ہے اگر دوسری جماعت اذان واقامت کے اعادہ کے ساتھ ہوتو ہمارے ائمہ ثلاثہ کراہت تحریمیہ پر متفق ہیں لیکن اگر اذان واقامت کا اعادہ نہ ہو اور محراب سے بھی عدول کرلیا جائے تو اس کو امام ابو یوسفؒ جائز فرماتے ہیں امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک وہ بھی مکروہ ہے لیکن تحریمی نہیں تنزیہی ہے ہاں انفرادی طور پر (جماعت اولی کے بعد) نماز پڑھنا اسی مسجد میں جائز ہے۔ (کفایت المفتی، ج:۳،ص:۱۴۸، دارالاشاعت کراچی)

حضرت مولانا ظفر عثمانی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کا فتوی

حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ ایک سوال کے جواب میں

عربی عبارات تفصیلاً نقل فرمانے کے بعد تحریر فرماتے ہیں کہ: خلاصہ ان عبارات کا یہ ہے کہ مسجد محلّہ میں جس میں امام اور موذن مقرر ہے دوسری جماعت کرنا مکروہ تحریمی ہے، خواہ بدون اذان ثانی کے ہو یا مع اذان واقامت کے، دلائل کا مقتضی یہی ہے، اور ظہیریہ اور بدائع وغیرہ سے بھی اطلاق کراہت ہی مستفاد ہوتا ہے، گو بعض فتاوی میں بدون اذان ثانی کے جماعت ثانیہ کو مباح لکھا ہے، مگر دلائل پر نظر کر کے یہ قید ضعیف معلوم ہوتی ہے، اور اگر اس کو تسلیم بھی کرلیا جاوے تو اباحت سے مراد کراہت تحریمیہ کی نفی ہوگی، کراہت تنزیہیہ کی نفی مراد نہیں، کذا قالہ بعض اکابر منہم قطب وقتہ مولانا الشیخ رشید احمد قدس سرہٗ دوسرے جن روایات میں اطلاق ہے ان کا مقتضی یہ ہے کہ بدون اذان کے بھی کراہت ہے، اور جن میں تقیید ہے، یعنی جن میں بدون اذان کے اجماعاً مباح کہا ہے اگر امام صاحب سے یہ روایت بھی صحیح ہو تو اُن کا مقتضا اباحت بدون الاذان ہے، اور جب کراہت واباحت میں تعارض ہو تو کراہت کو ترجیح ہوگی۔

(امداد الاحکام، کتاب الصلاۃ، فصل فی الامامۃ والجماعۃ، ج:١،ص:٥٢٢، ط، مکتبہ دار العلوم)

حضرت مولانا مفتی محمود حسن گنگوہی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کا فتویٰ

﴿سوال﴾: جماعت ثانیہ اگر ہیئت اولیٰ پر نہ ہو تو مسجد میں جائز ہوگی یا نہیں؟

﴿جواب﴾: حضرت امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایک روایت میں مکروہ نہ ہوگی مگر ظاہر الروایۃ سے معلوم ہوتا ہے کہ مطلقاً مکروہ ہے، البتہ تبدیل ہیئت اور بلا تبدیل ہیئت میں تنزیہی وتحریمی کا فرق ہو جائے گا۔ (فتاوی محمودیہ، ج:٦،ص:٤٣٥)

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبد الحق صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کا فتوی

﴿سوال﴾: کسی محلّہ کی مسجد میں جب ایک مرتبہ لوگ جماعت کے ساتھ نماز

پڑھ کر چلے جائیں تو بعض محلے والے دوسری مرتبہ بعض لوگوں کو جمع کر کے نماز باجماعت پڑھتے ہیں، تو کیا شرعاً جماعت ثانیہ کا محلّہ کی مسجد میں کوئی جواز ہے؟

﴿جواب﴾: فقہاء احناف کے نزدیک محلّہ کی مسجد میں جس کا امام اور مؤذن مقرر ہو جماعت ثانیہ مکروہ ہے، البتہ ایسی مسجد میں امام یا مؤذن مقرر نہ ہو یا راستے کی مسجد ہو تو اس میں جماعت ثانیہ جائز ہے، البتہ اگر مسجد کے ساتھ ملحقہ کوئی حجرہ یا مدرسہ ہو تو بہتر یہ ہے کہ اس میں جماعت ثانیہ کر لی جائے۔ (فتاوی حقانیہ، ج:۳، ص:۱۲۵، ۱۲۶، ط، مکتبہ سید احمد شہید اکوڑہ خٹک)

حضرت مولانا مفتی سید عبدالرحیم لاجپوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا فتوی

﴿سوال﴾: ہمارے یہاں قدیم زمانہ سے عیدگاہ میں سب مل کر ایک ساتھ ہی عیدین کی نماز ادا کرتے تھے مگر چند برسوں سے چند بدعتی ایک دوسری جماعت بنا کر اپنے امام کے پیچھے نماز پڑھنے کے لئے ضد کر رہے ہیں تو کیا عیدگاہ میں ثانی جماعت کر سکتے ہیں؟ اگر بالفرض کر لی جائے تو کیا خطبہ ایک ہی ہوگا یا الگ الگ؟ بینوا توجروا۔

﴿جواب﴾: جس مسجد میں ایک بار محلّہ کے لوگوں نے اپنے وقت پر نماز پڑھ لی ہو اس مسجد میں دوسری جماعت (جماعت ثانیہ) کی شرعاً اجازت نہیں۔ اسی طرح عیدگاہ کا بھی یہی حکم ہے، اہل بدعت دوسری جماعت کرنا چاہتے ہیں تو بااثر اور ذمہ دار حضرات پر لازم ہے کہ ان کو سمجھائیں اور جماعت ثانیہ کرنے سے روکیں، اگر فتنہ کا ڈر ہو تو ان کے حال پر چھوڑ دیا جائے، اس کا وبال اور گناہ ان کے سر ہوگا۔ اہل حق نماز باجماعت ادا کریں اور اس کے بعد فوراً خطبہ ہو جائے۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ (فتاوی رحیمیہ، باب الامامۃ والجماعۃ،

ج:۴،ص:۱۵۳،ط،دارالاشاعت کراچی)

حضرت مولانا مفتی حمید اللہ جان صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کا فتوی

﴿سوال﴾: کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ عصر کی نماز اپنے وقت پانچ بجے امام صاحب نے مسجد میں پڑھائی ریگولر (مستقل) نماز جن کے علم میں ہے کہ مسجد میں جماعت ۵ بجے ہوتی ہے وہ کسی وجہ سے نماز باجماعت نہیں پڑھ سکے وہ مسجد میں ۵ بجے کے بعد باجماعت ادا کر سکتے ہیں یا نہیں؟

﴿جواب﴾: اہل محلّہ کے لیے اس مذکورہ مسجد میں دوسری جماعت مکروہ ہے، لہذا بعد میں آنے والے افراد انفرادی طور پر نماز پڑھیں۔ (ارشاد المفتین، ج:۳،ص:۲۰۶،ط،مکتبۃ الحسن لاہور)

حضرت مولانا مفتی رضاء الحق صاحب دامت برکاتہم کا فتوی

﴿سوال﴾: محلّہ کی مسجد میں چند آدمی جماعت ہوجانے کے بعد پہنچے، اگر وہ لوگ مسجد کے صحن میں نماز پڑھیں تو جماعت کے ساتھ پڑھیں یا علیحدہ علیحدہ؟

﴿جواب﴾: محلّہ کی مسجد میں جماعت ثانیہ کرنا صحیح نہیں ہے بلکہ مکروہ تحریمی ہے اور ہیئت بدل کی جائے تو کراہت تنزیہی کے ساتھ جائز ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر تکرار جماعت کی عام اجازت دیدی جائے تو پھر جماعتِ اولیٰ کی اہمیت باقی نہیں رہے گی، لہذا علیحدہ علیحدہ نماز پڑھنا زیادہ بہتر ہے، ہاں مسجد کے صحن (جو مسجد سے خارج ہو) میں جماعت کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے البتہ اس کی عادت نہ بنالی جائے۔

ملاحظہ ہو شمس الائمۃ علامہ سرخسی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

قال واذا دخل القوم مسجدا قد صلی فیه أهله کرهت لهم أن یصلوا جماعة بأذان واقامة ولکنهم یصلون وحدانا بغیر اذان ولا اقامة لحدیث الحسن رحمه اللّٰه تعالی قال: کانت الصحابة رضی اللّٰه عنهم اذا فاتتهم الجماعة فمنهم من اتبع الجماعات ومنهم من صلی فی مسجده بغیر اذان ولا اقامة، وفی الحدیث أن النبیﷺ خرج لیصلح بین الأنصار فاستخلف عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللّٰه تعالی عنه فرجع بعد ما صلی فدخل رسول اللّٰهﷺ بیته وجمع أهله فصلی بهم بأذان واقامة فلو کان یجوز اعادة الجماعة فی المسجد لما ترک الصلاة فی المسجد والصلاة فیه أفضل وهذا عندنا. (المبسوط السرخسی، ۱/۱۳۵، باب الاذان).

(فتاوی دار العلوم زکریا، ج: ۲، ص: ۲۶۲، ۲۶۳، ط، زمزم پبلشرز کراچی)

حضرت مولانا مفتی محمد انور صاحب کا فتوی

﴿سوال﴾: جس مسجد میں امام اور نمازی متعین ہوں وہاں جماعت ثانیہ کرانا ازروئے شریعت کیسا ہے؟

﴿جواب﴾: مسجد محلّہ میں جماعت ثانیہ مکروہ تحریمی ہے۔ مسجد محلّہ کی تعریف یہ ہے کہ جس کے نمازی اور امام متعین ہوں۔

اما مساجد المحلة وهی مالها امام وجماعة معینون اهـ. (الفقه علی مذاهب الاربعة، ج: ۲، ص: ۲۳۶)

یہ کراہت تب ہے جب اہل محلّہ نے اس مسجد میں اعلانِ اذان کے ساتھ نماز پڑھی ہو۔ اور اگر اہل محلّہ نے بلا اعلانِ اذان یا بلا اذان جماعت کرالی ہوتو اس صورت میں جماعت ثانیہ درست ہوگی۔

"عن ابی بکرة رضی اللّٰہ تعالٰی عنه ان رسول اللّٰہ ﷺ اقبل من نواحی المدینة یرید الصلوة وقد صلوا فمال الی منزله فجمع اهله فصلی بهم رواه الطبرانی فی الکبیر والاوسط.

اگر جماعت ثانیہ مکروہ نہ ہوتی تو حضور اکرم ﷺ مسجد میں دوبارہ جماعت سے نماز ادا فرماتے۔ آنحضرت علیہ الصلاۃ والسلام کا اہل کرام کو جمع کر کے گھر جماعت فرمانا واضح دلیل ہے اس بات پر کہ مسجد میں ایک مرتبہ جماعت ہو جانے کے بعد دوبارہ جماعت مکروہ ہے۔

ویکره تکرار الجماعة باذان ولقامة فی مسجد محلة اهـ.

(درمختار)

قال الشامی عبارته فی الخزائن اجمع مما هنا ونصها یکره تکرار الجماعة فی مسجد محلة باذان واقامة الا اذا صلی بهما فیه اولاً غیر اهله او اهله لکن بمخافتة الاذان ولو کرر اهله بدونهما او کان مسجد طریق جاز اجماعاً. اهـ. (شامی ج: ۱، ص: ۴۰۸، مطبوعه کوئٹه)

روی عن انس رضی اللّٰہ تعالٰی عنه ان اصحاب رسول اللّٰہ ﷺ کانوا اذا فاتتهم الجماعة فی المسجد صلوا فی المسجد فرادی اهـ. (شامی ج: ۱، ص: ۲۶۰). فقط واللّٰہ اعلم. (خیر الفتاوی، ج: ۲، ص: ۳۴۵، ط، مکتبه امدادیه ملتان)

شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی اسماعیل کچھولوی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کا فتویٰ

﴿سوال﴾: مسجد میں پانچوں نمازوں کا وقت مقرر ہے، وقت پر جماعت ہوتی ہے، اگر بعد میں پانچ چھ (۶/۵) آدمی آجائیں تو کیا نماز کے لئے دوسری جماعت کر سکتے ہیں؟ اور جماعت سے نماز پڑھنے کی صورت میں تکبیر کہیں یا نہیں؟ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا اس مسئلہ میں کیا فتویٰ ہے؟

﴿جواب﴾: حامداً ومصلیاً ومسلماً: مسجد میں روزانہ وقت متعینہ پر اذان و اقامت کے ساتھ ایک مرتبہ محلّہ والوں نے جماعت سے نماز پڑھ لی تو اب دوسرے لوگوں کو اسی مسجد میں دوسری مرتبہ اسی نماز کی جماعت کرنا حنفی مسلک کے مطابق مکروہ تحریمی ہے۔

لہٰذا جماعت خانہ چھوڑ کر باہر کی جگہ پر جماعت کر کے یا جماعت خانہ میں علیحدہ علیحدہ نماز پڑھ سکتے ہیں۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ (فتاوی دینیہ، ج:۱،ص:۲۶۴)

شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی احمد ابراہیم بیمات رحمہ اللہ تعالیٰ کا فتویٰ

﴿سوال﴾: مسجد شرعی کی حد کے بعد صحن مسجد ہے، وہ صحن، مسجد میں داخل نہیں ہے، لیکن اس کو چھت سے مسقّف کر دیا گیا ہے، تو اس جگہ بہ وقت ضرورت جماعت ثانیہ کی جاسکتی ہے؟ واضح رہے کہ یہ جماعت ثانیہ کبھی کبھار چار پانچ مہینے میں کر لی جاتی ہے، وہ بھی باہر سے آنے والے لوگ ایسا کر لیتے ہیں، تو اس کے متعلق کیا حکم ہے؟

﴿جواب﴾: صحن مسجد میں جماعت ثانیہ کبھی کبھار کر سکتے ہیں، صورت مسئولہ

میں جیسا کہ لکھا ہے کہ چار پانچ مہینے میں کبھی پڑھ لی جاتی ہے، تو اس میں کوئی حرج نہیں، بلا کراہت جائز ہے، البتہ روزمرہ کی عادت بنالینا مکروہ ہے کہ اس کی وجہ سے جماعت اولیٰ متاثر ہوگی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ (فتاوی فلاحیہ، ج:۲،ص:۴۶۷)

شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی احمد خانپوری صاحب کا فتوی

﴿سوال﴾: بمبئی میں مدرسہ عربیہ انوار العلوم (ہارون کمپاؤنڈ کرلا میں) ایک مدرسہ ہے، جس میں (۱۵۰) طلبہ حفظ وناظرہ کے قیام وطعام کے ساتھ تعلیم حاصل کر رہے ہیں، یہ مدرسہ ایک مسجد کے پچھلے حصہ میں ہے، جس کی تفصیل یہ ہے کہ اگلا حصہ مسجد کا ہے اور پچھلا حصہ جس میں صحنِ مسجد اور ضروریات مسجد مثلاً وضوخانہ، استنجاء خانہ، دروازہ، سیڑھی وغیرہ ہیں، اس حصہ کے اوپر والے حصہ میں مدرسہ ہے جس میں چھ سات درسگاہیں ہیں، اب مسجد میں چوں کہ محلے والے آتے ہیں، اس لیے نماز کے اوقات ان ہی کی رعایت سے رکھے گئے ہیں، اب مغرب کے بعد طلبہ کو کم از کم دو گھنٹہ سبق وغیرہ یاد کرنے مل جاوے اس واسطے طلبہ کی عشاء کی نماز مسجد کے پہلے منزلہ پر مسجد کی حدود کے اوپر مسجد کی عشاء کی نماز سے تقریباً ایک گھنٹہ بعد میں ہوتی ہے، اور عشاء بعد طلبہ کھانا کھا کر سو جاتے ہیں، اگر مسجد کے وقت پر طلبہ کو نماز پڑھا کر کھلا کر پھر سے بٹھایا جائے تو سستی آ ہی جاتی ہے، اسی طرح طلبہ کو فجر سے ایک گھنٹہ قبل جگا دیا جاتا ہے، تاکہ اس وقت میں بھی یاد کریں جس کی بناء پر دوپہر میں گیارہ بجے کھانے کے بعد آرام کرنے دیا جاتا ہے، اور پونے دو بجے جگایا جاتا ہے اور طلبہ کی جماعتِ ظہر سوا دو بجے مسجد کے اوپر والے حصہ میں ہوتی ہے، جب کہ مسجد میں ڈیڑھ بجے کی جماعت ہے، طلبہ کو اتنا آرام دینے کا مقصد بھی یہی ہوتا ہے کہ آرام مل جائے، رات

کی پڑھائی میں نیند نہ آوے اور رات چھوٹی ہونے کی صورت میں نیند پوری ہو جائے۔

دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ مدرسہ میں استنجاء خانے صرف دو ہیں اور وضو خانہ بھی چھوٹا ہے، لہٰذا نمازوں کے اوقات میں بعض مصلی طلبہ سے الجھ جاتے ہیں کہ مسجد سے استنجاء خانہ میں تمہاری وجہ سے بھیڑ ہو جاتی ہے، جب کہ فجر میں ایک گھنٹہ پہلے جگایا جاتا ہے تو اذان سے بہت پہلے ہی طلبہ مسجد کے استنجاء خانہ سے فارغ ہو چکے ہو جاتے ہیں، اور عصر اور مغرب میں یہ دشواریاں نہیں ہوتیں، لہٰذا ان اعذار کی بناء پر ظہر وعشاء میں مسجد کی حدود میں جو جماعت ثانیہ ہوتی ہے کیا اس کی گنجائش ہے؟ اگر نہیں ہے تو کیا صورت اختیار کی جائے؟ امید ہے کہ تسلی بخش جواب سے نوازکر مشکور فرمائیں گے۔

﴿جواب﴾: صورت مسئولہ میں دوسری جماعت مکروہ تحریمی ہے، اس لئے اس سے احتراز ضروری ہے، سوال میں جو ضرورتیں بیان کی گئی ہیں ان کی وجہ سے کراہت ختم نہیں ہوتی۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔(محمود الفتاوی، باب الجماعۃ، ج:۲،ص:۴۸۸،۴۸۹، ط، مکتبہ محمودیہ ہند)

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمود حسن ہزاروی اجمیریؒ کا فتویٰ

﴿سوال﴾: مسجد میں جماعت ہوگئی ہے اس کے بعد ایک شخص یا چند اشخاص جماعت سے نماز پڑھنا چاہتے ہیں تو اس ایک شخص یا اشخاص کو اذان اور اقامت سے نماز پڑھنا چاہیے یا بلا اذان واقامت؟

﴿جواب﴾: محلے کی مسجد جہاں مقرر طور پر اذان اور جماعت سے نماز ہوتی ہے، اس مسجد میں بعد جماعت اولیٰ نہ دوسری جماعت درست ہے اور نہ اذان واقامت جہراً

درست ہے، کیوں کہ اس سے غلط فہمی اور بدنظمی کا اندیشہ ہے۔

او مصل فی مسجد بعد صلاۃ جماعۃ فیہ بل یکرہ فعلھا وتکرار الجماعۃ الا فی مسجد علی طریق فلاباس بذلک. (شامی: ج ۱/ص ۳۶۷) **فقط واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم.** (معین الفتاوی، ص: ۱۳۹)

حضرت مولانا مفتی شبیر احمد القاسمی صاحب دامت برکاتہم کا فتویٰ

﴿سوال﴾: کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ مسجد میں دومرتبہ وقتیہ نماز جماعت سے ادا کی جاسکتی ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾: ایک مسجد میں جماعت ثانیہ کرنا مکروہ ہے اس لئے کہ پہلی جماعت میں لوگ کم شریک ہونگے اور وہ یہ اعتماد کرلیں گے کہ جماعت ثانیہ مل جائیگی۔

عن الحسن قال: کان أصحاب رسول اللہ ﷺ، اذا دخلوا المسجد، وقد صلی فیہ، صلوا فرادی. (المصنف لابن أبي شيبه، كتاب الصلاة، باب من قال يصلون فرادى، ولا يجمعون مؤسسة علوم القرآن جديد ۵/۵۵،رقم: ۷۱۸۸)۔(الفتاوی القاسمیہ،ج:۶،ص: ۱۹۱، ط، مکتبہ زکریا دیوبند)

حضرت مولانا مفتی سید محمد سلمان منصور پوری صاحب دامت برکاتہم کا فتوی

﴿سوال﴾: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ: جماعت ثانیہ عادۃً کی شرعی فقہی حیثیت کیا ہے؟ مکروہ تحریمی ہے یا تنزیہی؟

اس کو بدعت کہنے کی گنجائش ہے یا نہیں؟

﴿جواب﴾: جماعت ثانیہ کی بلا عذر عادت بنالینا اور مسجد کی جماعت کو چھوڑ دینا گناہ ہے۔ ظاہر الروایۃ سے معلوم ہوتا ہے کہ بغیر کسی عذر کے محلّہ کی مسجد میں جماعت ثانیہ کرنا مطلقاً مکروہ ہے، البتہ اگر بغیر اذان و اقامت کے ہیئت بدل کر دوسری جماعت کریں گے تو مکروہ تنزیہی ہوگی، اور اگر اصل جماعت کی جگہ یعنی مسجد کے محراب میں اذان و اقامت کے ساتھ کریں گے تو مکروہ تحریمی ہوگی۔ (مستفاد: فتاوی محمودیہ ۶/۴۳۵ ڈابھیل، المسائل المہمہ فیما ابتلت بہ العامۃ ۲/۴۷)

اس لئے بہتر یہ ہے کہ جماعت کے بعد جو لوگ مسجد پہنچیں وہ یا تو مسجد کی حدود سے الگ جماعت بنا کر نماز پڑھیں یا پھر انفرادی طور پر علیحدہ علیحدہ نماز ادا کریں۔ (کتاب النوازل، ج:۴، ص:۴۹۹)

شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی سید نجم الحسن امروہوی دامت برکاتہم کا فتویٰ

﴿سوال﴾: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ کے بارے میں کہ: ایک مسجد میں جب اہل بدعت میں سے مثلاً بریلوی عقائد کا حامل شخص جماعت کرائے تو کیا اس مسجد میں دوبارہ صحیح العقیدہ شخص جماعت کرا سکتا ہے یا نہیں اور یہ تکرار جماعت میں داخل ہوگا یا نہیں؟ اور دوسری جماعت کا کیا حکم ہے آیا وہ درست ہے یا نہیں یا مکروہ ہے؟

علامہ شامی رحمہ اللہ کی عبارت سے یوں معلوم ہوتا ہے کہ جب ایک مسجد میں

جماعت کراہت کے ساتھ کروائی گئی ہوتو دوسری جماعت کرائی جاسکتی ہے۔اور وہ عبارت یہ ہے: **لان تکرار الجماعة فی مسجد واحد مکروہ عندنا علی المعتمد الا اذا کانت الاولٰی غیر اھل ذلک المسجد او ادیت الجماعة علی وجه مکروہ.** (شامیة: ١/٥٦٤)

﴿جواب﴾: جب محلے والے اپنی مسجد میں اذان اور اقامت کے ساتھ ایک مرتبہ نماز ادا کرلیں تو وہاں جماعت ثانیہ کروانا شرعاً مکروہ ہے۔جماعت ثانیہ کا ادا کرنا چونکہ جماعت اولی کی سستی کا سبب ہے اور لوگوں کے دلوں سے فوتِ جماعت کا خوف نکل جانے کا سبب ہے اس لئے جماعت ثانی مکروہ ہے۔لہٰذا صورت مسئولہ میں بریلویوں کی جماعت بشرطیکہ ان کے عقائد کفر تک نہ پہنچے ہوں کراہت کے ساتھ جائز ہے اس لئے اگر ایک دفعہ بریلویوں نے جماعت کرالی تو دوسری جماعت اسی مسجد میں کرانا جائز نہیں ہے۔علامہ شامی رحمہ اللہ کی عبارت سے یہ مراد نہیں کہ جب ایک مسجد جماعت کراہت کے ساتھ کروائی گئی ہو تو دوسرے لوگ دوسری جماعت کراسکتے ہیں بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ اگر کسی ایسے فعل میں کراہت ہے جس کا تعلق ماہیت صلوۃ کے ساتھ ہے تو اس جماعت کا اعادہ واجب ہے۔
(نجم الفتاوی، ج:٢،ص:٣٣١،٣٣٠)

خلاصہ بحث:

(١): جس مسجد کے امام اور مؤذن مقرر ہوں اور اس میں ایک مرتبہ اہل محلّہ نماز پڑھ چکے ہوں وہاں تکرار جماعت مکروہ ہے البتہ امام ابو یوسفؒ سے ایک روایت ہے کہ ایسی صورت میں اگر محراب سے ہٹ کر کے جماعت ثانیہ ادا کرلی جائے تو جائز ہے، لیکن فتوی

اس قول پر نہیں ہے بلکہ فتویٰ امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول پر ہے۔

(۲): مسجد محلّہ کی وقت مقررہ اور متعین امام سے قبل جو لوگ نماز جماعت سے ادا کریں گے ان کی یہ جماعت جماعتِ ثانیہ کے درجہ میں ہے، جو مکروہ ہے اصل جماعت وہی شمار ہوگی جو وقت معین میں معین امام کی معیت میں ادا کی جائے۔

(۳): موٹروے اور ہائی وے کے ذریعے ایک شہر سے دوسرے شہر جاتے وقت راستے میں واقع پٹرول پمپ اور ریسٹورنٹ کی مساجد اور اسی طرح راستے میں واقع اسٹیشن، اڈہ اور ایئرپورٹ کی مساجد اور اگر کسی شہر میں ہوں یا ایسی جگہ ہوں جہاں آبادی ہو اور ان مساجد میں امام و مقتدی مقرر ہوں تو ان مساجد میں جماعتِ ثانیہ مکروہ تحریمی ہے۔

اور اگر مذکورہ جگہوں کی مساجد شہر سے باہر ہوں یا ایسی جگہ واقع ہوں جہاں آبادی نہ ہو تو اگر چہ ان مساجد میں امام و مؤذن مقرر ہوں اور آس پاس کے چند نمازی بھی مستقل نماز پڑھنے والے ہوں تو ایسی مساجد میں جماعتِ ثانیہ مکروہ نہیں۔

(۴): مسجد میں جماعت کا تعدد مکروہ ہے اور اس کا عموم جماعت تراویح کو بھی شامل ہے لہٰذا یہ بھی مکروہ ہے خواہ ایک ہی وقت میں تراویح کی متعدد جماعتیں ہوں یا مختلف اوقات میں ہوں۔

مآخذ ومراجع

١)۔ **صحیح البخاری.** للامام أبی عبداللّٰہ محمد بن اسماعیل البخاری الجعفیؒ۔

٢)۔ **فتح الباری شرح صحیح البخاری.** للحافظ زین الدین أبی الفرج ابن رجب الحنبلیؒ۔

٣)۔ **فتح الباری.** للحافظ أحمد بن علی بن حجر العسقلانیؒ۔

٤)۔ **کوثر المعانی الدراری فی کشف خبایا صحیح البخاری.** للعلامة الشیخ محمد الخضر الحکنی الشنقیطی۔

٥)۔ **الفجر الساطع علی الصحیح الجامع.** للعلامة الفضیل بن الفاطمی الشبیهی المالکیؒ۔

٦)۔ **تحفة القاری.** لشیخ الحدیث سعید احمد پالنپوریؒ۔

٧)۔ **انعام الباری.** لشیخ الاسلام العلامة محمد تقی العثمانی۔

٨)۔ **نصر الباری.** للعلامة محمد عثمان غنی۔

٩)۔ **بذل المجهود في حل سنن أبي داؤد.** للعلامة خلیل احمد السهانفوریؒ۔

١٠)۔ **معارف السنن شرح جامع الترمذی.** للعلامة السید محمد یوسف البنوریؒ۔

١١)۔ **درس ترمذی.** لشیخ الاسلام العلامة محمد تقی العثمانی۔

١٢)۔ **مجمع الزوائد ومنبع الفوائد**. للحافظ نور الدين علی بن أبی بكر الهيثمیؒ۔

١٣)۔ **المعجم الأوسط للطبرانی**. للحافظ أبی القاسم سليمان بن احمد الطبرانیؒ۔

١٤)۔ **اعلاء السنن**. للعلامة ظفر احمد العثمانی التهانویؒ۔

١٥)۔ **توضيح السنن**. للمولانا عبدالقيوم الحقانی۔

١٦)۔ **درس آثار السنن**. للمولانا اياز حسين شاه۔

١٧)۔ **ردالمحتار**.للعلامة محمد امين بن عمر عابدين الشهير بابن عابدينؒ۔

١٨)۔ **الدر المختار**. للعلامة محمد بن علی الحصكفیؒ۔

١٩)۔ **حلبی كبير**.للعلامة ابراهيم بن محمد بن ابراهيم الحلبیؒ۔

٢٠)۔ **الفتاوی التاتارخانية**. للعلامة فريد الدين عالم بن العلاء الدهلوی الهندیؒ۔

٢١)۔ **الفتاوی العالمكيريه**. للجنة من علماء الهند۔

٢٢)۔ **الام**. للامام محمد بن ادريس الشافعیؒ۔

٢٣)۔ **شرح المنهاج**. للعلامة محيی الدين أبی زكريا يحيی بن شرف النوویؒ۔

٢٤)۔ **المغنی**.للعلامة أبی محمدعبداللّٰه ابن قدامة الدمشقی الحنبلیؒ

٢٥)۔ **فتاوی رشيديه**. للعلامة محمد رشيداحمد الكنكوهیؒ۔

٢٦)۔ **كفاية المفتی**. للمفتی كفايت اللّٰه الدهلویؒ۔

٢٧)۔ **امداد الفتاوی**. لحکیم الامت محمد اشرف علی التھانویؒ۔

٢٨)۔ **فتاوی محمودیہ**. للمفتی محمود حسن الکنکوھیؒ۔

٢٨)۔ **فتاوی قاسمیة**. للمفتی محمد شبیر القاسمی۔

٢٩)۔ **فتاوی حقانیہ**. لشیخ الحدیث عبدالحق الحقانیؒ۔

٣٠)۔ **فتاوی دار العلوم زکریا**. للمفتی رضاء الحق۔

٣١)۔ **فتاوی رحیمیہ**. للمفتی عبدالرحیم اللاجفوریؒ۔

٣٢)۔ **فتاوی دار العلوم دیوبند**. للمفتی عزیز الرحمٰن الدیوبندیؒ۔

٣٣)۔ **نجم الفتاوی**. لشیخ الحدیث نجم الحسن الامروھوی۔

٣٤)۔ **خیر الفتاوی**. لشیخ الحدیث خیر محمد الجالندھریؒ۔

٣٥)۔ **امداد الاحکام**. للعلامة ظفر احمد العثمانی التھانویؒ۔

٣٦)۔ **احسن الفتاوی**. للعلامة رشید احمد اللدھیانویؒ۔

٣٧)۔ **کتاب النوازل**. للمفتی محمد سلمان المنصوفوری۔

٣٨)۔ **محمود الفتاوی**. للمفتی احمد الخانفوری۔

٣٩)۔ **فتاوی دینیہ**. للمفتی اسماعیل الکشھولوی۔

٤٠)۔ **فتاوی فلاحیہ**. لشیخ الحدیث مفتی محمد ابراھیم البیماتؒ۔

٤١)۔ **معین الفتاوی**. لشیخ الحدیث مولانا محمود حسن الھزارویؒ۔

٤٢)۔ **ارشاد المفتین**. للمفتی حمید اللّٰہ جانؒ۔

٤٣)۔ **القطوف الدانیة**. للعلامة محمد رشیداحمد الکنکوھیؒ۔

٤٤)۔ **مساجد میں جماعت ثانیہ کا حکم**. للمفتی غلام فاروق۔

(مؤلف کی دیگر کتب و رسائل)

(١) فتاوی رشیدیہ پر دو جلدوں میں جدید مطول حاشیہ

(٢) پھلوں کی خرید و فروخت کے شرعی احکام

(٣) سید البشر محمد رسول اللہ ﷺ کی سلسلۂ نسب کی مدلل تحقیق

(٤) مسائل جمعه للحنفی

(٥) ردالهماهم علٰی حسن العمائم کطلوع الغمائم

(٦) القول التمام فی رد من قال خلاف الامام

(٧) تبلیغی جماعت علمائے عرب وعجم کے آئینہ میں

(٨) معدنیات کا شرعی حکم

(٩) اجرت تراویح کا شرعی حکم

(١٠) نماز جنازہ پڑھانے کا حقدار کون ہے؟

(١١) روزہ کی حالت میں انجکشن لگانے کا شرعی حکم

(١٢) بالوں کے شرعی احکام